جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ لاہور

بیاد

عالمِ ربّانی محدّثِ کبیر حضرة مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

نگران

مولانا سید رشید میاں مدظلہ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماھنامہ

انوار مدینہ

جلد: ۸ | ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ ـ فروری ۲۰۰۰ء | شمارہ: ۲

مدیر اعلیٰ

سیّد محمود میاں

مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ

لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۲ روپے ---------- سالانہ ۱۳۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات دبئی " ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش ---------- " ۶ امریکی ڈالر

امریکہ افریقہ ---------- " ۱۶ ڈالر

برطانیہ ---------- " ۲۰ ڈالر

○ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ

ماہ . . . . سے آپ کی مدّتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ

جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . . ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

کوڈ ۵۴۰۰۰ فون 092-42-200677-092

فیکس نمبر 092-42-7726702

○

سید رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ"، جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت مولانا سیّد حامد میاں رح	۵
آبِ زم زم	مولانا عبدالحفیظ صاحب	۹
مکتوب مدنی	حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رح	۱۵
اصحابِ مدارس غور فرمائیں	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب	۲۰
الجہاد	حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رح	۲۵
بسم اللہ کی اہمیّت	حضرت مولانا قاری محمد طیّب	۳۵
جانشان رسول ﷺ	مولانا نورُ محمد انور	۴۵
جنّت میں لے جانے والے کام	حکیم محمود احمد ظفر صاحب	۴۸
حاصلِ مطالعہ	حضرت مولانا نعیم الدّین صاحب	۵۶
تقریظ و تنقید		۶۲

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلّہ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلّہ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو۔پی۔ انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم امابعد!

گزشتہ ماہ جنوری کے وسط میں امریکی سینیٹرز نے پاکستان کا دَورہ کیا وفد کی قیادت سینیٹر اور ری پبلکن پارٹی کے لیڈر سام براؤن بیک نے کی۔ ۱۵؍جنوری کو سام براؤن بیک نے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف سے ملاقات کی اور ان سے پاکستان میں جہاد اور جہادی تنظیموں پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا اور اسلام دُشمنی پر مشتمل ذہنیّت سے مجبور ہوکر اپنے مطالبہ کے حق میں دلائل اور مشورے دینا شروع کیے۔ اپنی جوابی گفتگو میں جنرل پرویز مشرف نے واضح اور دوٹوک موقف اختیار کرتے ہُوئے اس عیسائی وفد کے مطالبہ کو مسترد کردیا۔

اُنھوں نے کہا کہ " پاکستان جہادی تنظیموں پر پابندی نہیں لگا سکتا اور نہ ہی مُسلمانوں کو جہاد سے روکا جاسکتا ہے۔ اعلیٰ عسکری ذرائع کے مطابق جنرل پرویز مشرف نے اس عیسائی امریکی وفد پر واضح کیا کہ جہاد مُسلمانوں کا مذہبی فریضہ اور اسلامی تعلیمات کا حصّہ ہے۔ امریکہ کو" دہشت گردی" اور "جہاد" میں بُنیادی فرق کو سمجھنا ہوگا۔ مُسلمان دُنیا میں جہاں بھی جہاد کرتے ہَیں وہ دراصل اپنا مذہبی فریضہ نبھاتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ جہادی تنظیمیں صرف پاکستان ہی میں نہیں بلکہ دُنیا کے مختلف ممالک میں سرگرم عمل ہیں۔ اس میں اعلیٰ تعلیم یافتہ غیر ملکی مُسلمان بھی حصّہ لے رہے ہَیں اُنھوں نے مثال دی کہ بھارتی طیارے کے ہائی جیکروں کے مطالبہ پر بھارت نے جن تین مجاہد لیڈروں کو رہا کیا اُن میں

عمر سعید شیخ بھی شامل تھے جنھوں نے برطانیہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور اُن کا پاسپورٹ بھی برطانوی تھا اُنھیں پاکستانی کیسے کہا جا سکتا ہے ؟"

جنرل پرویز مشرف نے رأس الکفر امریکہ کے عیسائی وفد سے جو گفتگو کی وہ عقلی ہونے کے ساتھ ساتھ واقعی بھی ہے۔ گفتگو کے دلائل بھی وزنی اور ناقابلِ تردید ہیں ہمیں اُمّید ہے کہ جنرل صاحب نے جہاد کے متعلق جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ محض زبانی حد تک نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں میں بھی اُن کے یہی جذبات ہوں گے اور اگر ایسا ہے اور خُدا کرے کہ ایسا ہی ہو تو پھر اُن کو اور اُن کے جہادی رفقاء کو امریکہ فرعون کی جانب سے اپنے جُراَت مندانہ رویّہ پر جوابی کارروائی کے لیے کمر بستہ ہو جانا چاہیے متکبّر امریکی اپنی طاقت کے گھمنڈ میں کسی بھی مُسلم ملک کی جانب سے معمولی سرتابی بھی برداشت کرنے کے لیے تیّار نہیں لہٰذا بھارت سے پہلے امریکی اور یورپی عیسائیوں سے خبردار رہنا ہوگا۔ اس موقع پر پوری قوم بالخصوص عُلماء طلباء اور مذہبی طبقہ کو قدم بقدم اپنے ساتھ پائیں گے جو اللہ کے دین کی سربلندی اور سرکش کُفر کی سرنگونی کے لیے جذبہ شہادت سے سرشار ہمہ وقت تیّار ہیں۔ اَب وقت آگیا ہے کہ اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے کچھ کر گزرنا چاہیے تاکہ مُسلمانوں کی عظمتِ رفتہ واپس ہو اور اللہ کا قانُون اللہ کی زمین پر نافذ ہو۔

مولای صلِّ وسلِّم دائماً ابداً　　علیٰ حبیبک خیر الخلق کلّھم

اَسباب اور توکّل

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

ترتیب و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

کیسٹ نمبر ۲۷ سائیڈ اے ۸۳-۱۰-۱۱

الحمد للہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسّلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد وّآلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد! عَنِ الزُّبَیْرِ کَانَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ اُحُدٍ دِرْعَانِ فَنَھَضَ اِلَی الصَّخْرَۃِ فَلَمْ یَسْتَطِعْ فَقَعَدَ طَلْحَۃُ تَحْتَہٗ حَتّٰی اسْتَوٰی عَلَی الصَّخْرَۃِ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَوْجَبَ طَلْحَۃُ۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی طَلْحَۃَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰہِ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ یَّمْشِیْ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ وَقَدْ قَضٰی نَحْبَہٗ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی ھٰذَا۔

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ اُذُنِیْ مِنْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ طَلْحَۃُ وَالزُّبَیْرُ جَارَایَ فِی الْجَنَّۃِ [1]

ترجمہ : حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ اُحد کے موقع پر نبی علیہ السّلام نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں، آپ نے چٹان پر چڑھنے کا ارادہ کیا تو چڑھ نہیں سکے ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ (یہ صورت دیکھ کر) نیچے بیٹھ گئے۔ حضور علیہ السّلام آپ کے

---

[1] مشکٰوۃ شریف ص ۵۶۶

کندھے پر قدم رکھ کر چٹان پر چڑھ گئے اور حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر مَیں نے سُنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرما رہے تھے کہ طلحہ نے جنّت واجب کر لی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ کی طرف دیکھتے ہُوئے فرمایا: جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ وہ ایسے شخص کو دیکھے جو زمین پر چل رہا ہے دراں حالاں کہ وہ اپنا وقت پُورا کر چکا ہے تو وہ اِنھیں (یعنی حضرت طلحہؓ کو) دیکھ لے

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہَیں کہ میرے کانوں نے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ مُبارک سے سُنا آپ فرما رہے تھے کہ طلحہ اور زبیر دونوں جنّت میں میرے پڑوسی ہونگے،

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا ذکر تھا کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ہر اُمّت میں ایک امین ہوتا ہے ایک ایسا آدمی کہ جس میں امانت کا وصف بہت غالب ہُوا ہے وہ میری اُمّت میں ابوعبیدہ ہَیں اُن کے کچھ اور بھی مناقب گزرے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے مناقب بھی گزرے ایک کا ذکر یہاں آیا ہے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُحد کے دن دو زرہیں پہن رکھی تھیں اور آپ نے وہاں سے نکلنا چاہا چٹان پر چڑھنا چاہا مگر ایسے نہیں ہو سکا، چٹان کے اُوپر آپ نہیں چڑھ سکے، اُن کا وزن زیادہ تھا

نبی علیہ السّلام کے عمل سے ظاہری اسباب اختیار فرمانے کی تعلیم

اس سے ایک بات معلوم ہو رہی ہے کہ ظاہری اسباب کا اختیار کرنا یہ بھی شریعت کی تعلیم میں داخل ہے اگر ظاہری اسباب کا اختیار کرنا ضروری نہ ہوتا تو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ایسے نہ کرتے، آپ نے ظاہری اسباب کو مکمّل طور پر اختیار کیا ہے اتنا زیادہ کہ مثلاً اُحد کے دن دو زرہوں کا ذکر آرہا ہے کہ بدنِ اقدس پر تھیں۔ تو جب میسّر آسکتے ہیں اسباب تو اُن کا اختیار کرنا شریعت کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔

غزوۂ بدر میں محض توکل تھا اسباب نہ تھے

اور اگر کہیں میسّر نہ ہوں یہ چیزیں تو پھر خُدا پر بھروسہ ہے جیسے بدر والے دن جو سب سے پہلی لڑائی تھی مُسلمانوں کی کُفّار کے ساتھ اُس میں مُسلمانوں کے پاس چند تلواریں تھیں اور چند نیزے بس، تیرہ ستّرہ ایسے تو اتنے نیزوں

اور اتنی تلواروں سے ایک ہزار آدمیوں کے لشکر سے مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ صحیح بات یہی ہے وہ لشکر مسلح تھا پوری طرح، ہتھیار بہتر سامان بہتر، سواریاں بہتر، ہر چیز اچھی تو اِس میں بالکل سمجھ میں آنے والی بات ہی نہیں ہے کہ اُس وقت اِن سے لڑا جاتا مگر اُس میں خُدا پر بھروسہ کیا گیا، لڑے اور غالب آئے۔ اُن کے بڑے بڑے لوگ مارے گئے۔ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ گردنوں پہ مارو اِن کی اور جوڑوں پر مارو، گردنوں اور جوڑوں پر مارنے سے وہ مر گئے گر گئے، بھاگ گئے، یہ ہُوا تو یہاں مظاہرہ تھا خدا پر بھروسہ کا (یعنی) لازمًا خدا کا دین تو پھیلانا ہی ہے۔ فرض ہے اگر اسباب میسّر نہیں ہیں تو خُدا پر بھروسہ کرکر یہ کام کیا جائے اور اگر اسباب میسّر آگئے ہیں تو وہ اختیار کرے۔ پھر یہ کام کیا جاتے جب اسباب میسّر بالکل نہ ہو سکیں تو پھر صرف خُدا پر بھروسہ یہ ٹھیک ہے اور اگر میسّر ہو سکتے ہیں تو جتنے ہوں اُتنے استعمال میں لائے جائیں، تو یہاں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے بہت سارے استعمال میں لائے جاتے ہیں، یعنی زرہ ایک نہیں دو، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بہت کام کیا ہے۔

اُحد میں حضرت طلحہؓ کا بہت بڑا کارنامہ

اُس دن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور ایسے ہو گئے کہ جیسے سیڑھی بن گئے ہوں آپ کے لیے آپ ان کی کمر پر سہارا لے کر پاؤں رکھ کر یا گھٹنے رکھ کر اُس (پہاڑی) پر چڑھے ہیں اُوپر، اب یہاں سے نکلنے کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ یا اور دوسرے حضرات جو تھے تقریبًا نو دس حضرات تھے، اِن حضرات نے بڑی بہادری کی، صرف اتنے ہی لوگ پاس رہ گئے تھے اور باقی صحابہ کرام تو آگے بڑھ گئے تھے کافروں کے پیچھے پیچھے اور اِدھر سے گھوم کر پیچھے سے (اچانک) حملہ ہوا تھا تو اُس موقع پر آتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اَوْجَبَ طَلْحَةُ کہ طلحہ نے جنّت واجب کر لی۔

حضرت طلحہؓ کی فضیلت

ایک دفعہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ طلحہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دیکھا تو فرمایا کہ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ يَمْشِىْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ وَقَدْ قَضٰى نَحْبَهٗ اگر کوئی آدمی یہ دیکھنا چاہے کہ میں کسی آدمی کو دیکھ لوں کہ جس نے اپنی تمام ذمّہ داری پوری کر لی ہو خدا کی طرف سے جو اُس پہ فرض ہوا تھا وہ پورا کر دیا ہو اور فارغ ہو گیا ہو آخرت کے اُمور سے نمٹ چکا اور پھر بھی زمین پر چل رہا ہے تو اگر ایسے آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے کوئی تو وہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے فلینظر الی طلحة بن عبید اللہ

ایک اور فضیلت

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ طَلْحَۃُ وَالزُّبَیْرُ جَارَایَ فِی الْجَنَّۃِ کہ طلحہ اور زبیر دونوں جنّت میں میرے پڑوسی ہوں گے، مَیں نے آپ کو اِن کی وہ قربانی پہلے بتلائی تھی کہ غزوۂ اُحد میں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پہاڑی پر جا رہے تھے اور اُن کے پاس ڈھال نہیں تھی تو اُنھوں نے اپنے ہاتھ پر تیر روکے۔ تیر پھینک رہے تھے وہ کفّار بار بار حتّٰی کہ ہاتھ کا گوشت اُڑ گیا۔ بہت بڑی قربانی ہے اور بڑی ہی برموقع کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے اور پھر آپ کا یہ فرمانا کہ کوئی آدمی اگر یہ دیکھنا چاہے کہ جس نے اپنا فرض ادا کر دیا فارغ ہوگیا اور پھر بھی زمین پر ابھی زندہ ہے تو پھر طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔ کیونکہ فرض سے فراغت تو اُس وقت ہوتی ہے جب دُنیا سے رُخصت ہو۔ یہ حضرات ہیں اِن کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے سب کے سب جنّت کی بشارت (لیے ہُوئے ہیں)

حضرت سعید بن زید بھی عشرہ مبشرہ میں ہیں

حضرت سعید ایک صحابی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی ہَیں۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہ اِن کے والد بھی خود بخود مُسلمان تھے یعنی جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے . . . . . قدرتی طور پر وہ ہدایت پر تھے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُن کو اچھے حال پر فرمایا کہ وہ آخرت میں اللہ کے یہاں اچھے حال پر ہیں، یہ اُن کے بیٹے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی ہیں، ابتدائی دَور میں اسلام لے آئے تھے، انہی کے یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے تھے اور پھر اِنھوں نے قرآنِ پاک سُنا، بہن سے جھگڑا ہُوا اور پھر اللہ نے ہدایت عطا فرمائی۔ یہ بعد تک رہے ہیں حضرات عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تک بھی رہے ہَیں تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ یہ ساری عمر تمام نیکیوں میں ساتھ ساتھ رہے ہیں۔ تمام قربانیوں میں جہاد میں ہر جگہ ساتھ رہے ہیں۔ اِن کو بھی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جنّت کی بشارت دی ہے وہ بھی اُن دس آدمیوں میں ایک ہیں کہ جن کو بار بار جنّت کی بشارت دی گئی ہے جیسے کہ ضمانت لے لی گئی ہو، ضمانت جیسے کلمات ہیں تو حق تعالیٰ نے اِن حضرات سے بڑے بڑے کام لیے ہیں اور اِن کے کام جو تھے اُن کا تعلّق جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات سے تھا۔ آپ کی خدمت ذاتی طور پر اِس طرح کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم خوش ہُوئے ہیں، مسرور ہُوئے اور آپ کی خوشنودی اللہ کی خوشنودی ہے پھر اللہ کی طرف سے اِن پر انعامات ہُوئے اور بڑا انعام یہ ہے کہ اللہ نے اُنکو نعمتوں سے نواز دیا اور زندگی ہی میں اِنکو جنّت کی بشارت مل گئی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِن [illegible]

(قسط : ۶)

"آبِ زم زم"

فضائل، فوائد، خصوصیات، برکات

مولانا عبد الحفیظ صاحب فاضل جامعہ مدنیہ لاہور

شکم سیر ہوکر آبِ زمزم پینا نفاق سے بری ہونے کی علامت ہے

عن ابن عبّاس رضی اللّٰہ عنھما انہ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم " التضلع من ماء زمزم براٰۃ من النفاق "۔ [1]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: شکم سیر ہوکر آب زمزم پینا نفاق سے بری ہونے کی علامت ہے۔

دوسری روایت حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ سے مروی ہے۔

" علامۃ ما بیننا وبین المنافقین ان یدلوا دلوًا من ماء زمزم ، فیتضلعوا منھا، ما استطاع منافق قط یتضلع منھا [2]

ہمارے اور منافقین کے مابین فرق یہ ہے کہ اگر آبِ زمزم کا ڈول نکالا جائے اور لوگ شکم سیر ہوکر اس سے پئیں تو منافق ہرگز شکم سیر ہوکر نہیں پی سکے گا۔

خُوب پیٹ بھر کر آبِ زمزم پینا سُنّتِ نبوی ہے

عن ابن عبّاس رضی اللّٰہ عنھما

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما سے مروی

[1] اخبار مکہ ج: ۲، ص: ۵۲ و حسنہ بمجموع الروایات الحافظ السخاوی فی المقاصد الحسنہ ص ۳۶۰ [2] ایضًا

قال کنا مع رسولِ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فی صُفۃِ زمزم فامر بدلو فنُزِعت لہ من البئر فوضعھا علی شفۃ البئر، ثم وضع یدہ من تحت عراقی الدلو ثم قال بسم اللّٰہ ثم کرع فیھا فاطال، ثم اطال فرفع رأسہ فقال الحمد لِلّٰہ ثم عاد فقال بسم اللّٰہ، ثم کرع فیھا فاطال، وھو دون الاوّل، ثم رفع رأسہ فقال الحمد لِلّٰہ، ثم کرع فیھا فقال بسم اللّٰہ فأطال، وھو دون الثانی ثم رفع رأسہ فقال الحمد لِلّٰہ ثم قال علامۃ ما بیننا وبین المنافقین لم یشربوا منھا قط حتی یتضلعوا [1]

ہے کہ ہم جناب نبی کریم صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ زمزم کے چبوترے پر بیٹھے تھے کہ آپ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے ایک ڈول نکالنے کا حکم دیا چنانچہ کنویں سے ڈول نکالا گیا۔ آپؐ نے اسے کنویں کی منڈیر پر رکھا بعد ازاں آپ نے ڈول کے نیچے ہاتھ رکھ کر بسم اللّٰہ پڑھ کر ڈول کو مُنہ لگا کر پینا شروع فرمایا اور بہت دیر تک پیتے رہے، پھر آپ نے سر مبارک اُٹھا کر الحمد لِلّٰہ کہا، پھر دوبارہ اسی طرح ڈول کو مُنہ لگا کر دیر تک پیتے رہے، لیکن پہلی مرتبہ سے ذرا کم، پھر سر مُبارک اُٹھا کر الحمد للّٰہ کہا پھر (تیسری بار) بسم اللّٰہ پڑھ کر ڈول کو مُنہ لگا کر پینا شروع فرمایا اور کچھ دیر تک پیتے رہے لیکن اس بار دوسری مرتبہ سے بھی کم۔ پھر سر مُبارک اُٹھا کر الحمد للّٰہ کہا پھر ارشاد فرمایا ہمارے اور منافقین کے مابین امتیازی علامت یہ ہے کہ وہ ہرگز سیر ہو کر آبِ زمزم نہیں پیتے۔

مندرجہ بالا احدیث شریف سے معلوم ہو رہا ہے کہ نبی کریم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی عادت شریفہ خُوب شکم سیر ہو کر آبِ زمزم پینے کی تھی۔

آبِ زمزم بہترین تحفہ ہے

عن ابن عبّاس رضی اللّٰہ عنھما قال　　حضرت ابن عبّاس رضی اللّٰہ عنہما سے مروی ہے

[1] اخبار مکہ للازرقی ج : ۲ ص : ۵۷

كان رسول الله صلّى الله عليه وسلم اذا اراد ان يتحف الرجل بتحفة سقاه من ماء زمزم [1]	کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب کسی شخص کو کسی تحفہ سے سرفراز فرمانا چاہتے تو اسے آب زمزم بطور تحفہ عنایت فرماتے
وروى موقوفا على ابن عبّاس رضى الله عنهما ، فكان اذا نزل به ضيف اتحفه من ماء زمزم	ابن عبّاس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً یہ بھی مروی ہے کہ جب آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس کوئی مہمان آتا تو آپ اسے آب زمزم بطورِ تحفہ مرحمت فرماتے۔
وعن مجاهد قال ما رأيت ابن عبّاس رضى الله عنهما اطعم ناساقط الاسقاهم من ماء زمزم [2]	مجاہد رحمہ اللہ (تابعی) سے مروی ہے کہ حضرۃ ابن عبّاس رضی اللہ عنہما نے جب کبھی کسی کو کھانا کھلایا تو آبِ زمزم ضرور اُسے پلایا

آب زمزم ساتھ لانا بھی مسنون ہے

آب زمزم چونکہ عظیم فضائل، خصائص، خیرات و برکات کا حامل ہے نیز افضل ترین تحفہ اور مہمان نوازی میں پیش کی جانے والی بہترین شیٔ ہے اسی لیے نبی کریم رؤف رحیم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نوش جان کرنے، بیماروں کو پلانے، شفا حاصل کرنے اور مریضوں پر چھینٹے مارنے کے لیے اسے مدینہ منوّرہ ساتھ لے جاتے تھے۔ اس سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت مروی ہے۔

عن عائشة رضى الله عنها انها كانت تحمل من ماء زمزم وتخبر ان رسول الله صلّى الله عليه وسلّم كان يحمله [3]	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ خود بھی (مدینہ منوّرہ) آب زمزم لے جاتی تھیں۔ نیز نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی ساتھ لے جاتے تھے

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ج: ۳ ص۳۴۴ وخرّجہ الفاکہی فی تاریخ مکہ ۲/۴۶ موقوف علی ابن عبّاس رضی اللہ عنہما بسند علی شرط الشیخین۔ [2] اخبار مکہ للفاکہی ج: ۲ ص: ۴۶

[3] سنن الترمذی، الحج ۳/۲۹۵ وقال حدیث حسن غریب وصححہ الحاکم "مستدرک حاکم ۱/۴۸۵"

دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم چمڑے کے برتن یعنی مشکیزہ وغیرہ میں آپ زمزم ساتھ لے جاتے تھے اور مریضوں پر اُس کے چھینٹے مارتے اور اُنھیں پلاتے تھے۔[۱]

نیز حضور علیہ السّلام آبِ زمزم مکۃ المکرمۃ سے طلب بھی فرمایا کرتے تھے جس سے آبِ زمزم کے ساتھ آپ کی محبّت و اشتیاق کا پتہ چلتا ہے، نیز اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے پاس آبِ زمزم ہمیشہ رہا کرتا تھا ختم ہونے سے پہلے ہی آپ مکّہ مکرمہ سے منگوالیا کرتے تھے۔

کتب صلّی اللہ علیہ وسلّم الی سهيل بن عمرو رضی اللہ عنہ ان جاءك كتابي هذا ليلا فلا تصبحن وان جاءك نهارا فلا تمسين حتى تبعث الى بماء زمزم فملأ له مزادتين وبعث بهما على بعير[۲]	سہیل بن عمرو کے نام نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا کہ اگر میرا یہ خط تمہیں رات کو ملے تو صُبح ہونے سے پہلے اور اگر دن کو ملے تو شام ہونے سے پہلے پہلے مجھے آبِ زمزم ارسال کر دینا، اُنھوں نے دو مشکیزے بھر کر اُونٹ پر فوراً مدینہ منورہ بھیج دیے۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اس سُنّتِ مُبارکہ پر بعد کے ادوار میں سلف صالحین صحابہ کرام اور تابعین عظام نے ہمیشہ عمل کیا، چنانچہ حبیب بن ابی ثابتؒ سے مروی ہے کہ مَیں نے عطاء بن ابی رباحؒ (تابعی) سے پُوچھا "کیا میں آبِ زمزم اپنے ساتھ لے جاؤں؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور سیّدنا حضرت حسن اور سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہما بھی اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔[۳] انہی سے یہ بھی سوال کیا گیا کہ کیا آپ زمزم حرم سے باہر لے جایا جاسکتا ہے؟ تو اُنھوں نے جواب میں فرمایا کہ کعب احبار رضی اللہ عنہ ایک بار بارہ بڑی مشکیں آبِ زمزم سے بھر کر شام لے کر گئے۔[۴]

الحمدللہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم، صحابہ کرام اور تابعین عظام کی اس سُنّت پر مُسلمانوں کا عمل آج تک جاری ہے۔

---

[۱] اخبار مکہ للفاکہی ۲/ ۴۹۔ سنن البیہقی ۵/ ۲۰۲ وَحَسَّنَہ الحافظ السخاوی فی المقاصد الحسنۃ ص ۳۶۰

[۲] اخبار مکہ للازرقی ج: ۲، ص ۵۱، مصنف عبدالرزاق ۵/ ۱۱۹، سنن البیہقی ۵/ ۲۰۲ وَحَسنہ لشواھدہ الحافظ السخاوی فی المقاصد الحسنۃ ص: ۳۶۰ [۳] طبرانی کبیر، مجمع الزوائد ج: ۳ ص ۲۸۶ [۴] مصنف ابن ابی شیبہ ج: ۷ ص ۴۵۳، اخبار مکہ للفاکہی ۲/ ۵۰

سلف صالحین ہمیشہ آب زمزم اپنے پاس رکھتے تھے

گزشتہ صفحات میں حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما کے بارہ میں گزرچکا ہے کہ وہ آنے والے ہر مہمان کو کھانے کے ساتھ آب زمزم ضرور پلاتے اور تحفہ میں دیتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا گھر آب زمزم سے کبھی خالی نہ ہوتا تھا۔

جلیل القدر تابعی الثقہ الحافظ قاضی صنعاء امام وہب بن منبہ (م : ۱۱۴ھ) جب بھی مکۃ المکرمہ تشریف لاتے تو ان کا گھر آبِ زمزم سے کبھی خالی نہ ہوتا تھا گھر کے تمام اُمور، پینا نہانا اور وضو وغیرہ سب آب زمزم سے ہی انجام پاتے تھے[1]

سلف سے جہاں یہ منقول ہے کہ ان کے گھر آبِ زم زم سے کبھی خالی نہ ہوتے تھے اسی طرح یہ بھی منقول ہے کہ وہ سفر میں بھی آب زمزم پاس رکھتے تھے تاکہ اس کی برکات سے دورانِ سفر محروم نہ رہیں

آبِ زم زم پینے کے آداب

آبِ زمزم پینے کے آداب مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ قبلہ رُخ ہوکر پینا

۲۔ تین سانس میں اس طرح پینا کہ ہر مرتبہ گلاس وغیرہ کو مُنہ سے ہٹا دیا جائے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم پینے کے دوران میں جب سانس لیتے تو فرماتے انه اَرْوٰی وَابْرأ وَاَمْرَأ بیشک یہ خواب سیراب کرنے والا، پیاس اور مرض کو دُور کرنے والا اور خوشگواری پیدا کرنے والا ہے ابوداؤد[2] کی روایت میں لفظ "اَهْنَأ" کا اضافہ ہے۔

۳۔ برتن گلاس وغیرہ میں پھونک نہ مارے، کیونکہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے منع فرمایا ہے[3]

۴۔ شروع میں بسم اللہ پڑھنا

---

[1] اخبار مکہ للفاکہی ۲/۴۴، الحلیہ لابی نُعیم ۴/۶۳

[2] سنن ابی داؤد، کتاب الاشربہ، باب فی الساقی متی یشرب؟

[3] صحیح مسلم

۵۔ ہر سانس لینے پر الحمد للہ کہنا۔
۶۔ خُوب پیٹ بھر کر اور شکم سیر ہو کر پینا۔
۷۔ دائیں ہاتھ سے پینا۔

مذکورہ آداب حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما کی مندرجہ ذیل حدیث سے ماخوذ ہیں۔

عن عبد الرحمٰن بن ابی ملیکۃ قال جاء رجل الی ابن عبّاس فقال لہ من این جئت ؟ فقالِ شربتُ من زمزم فقال لہ ابن عبّاس اشربت منھا کما ینبغی ؟ قال وکیف ذلك یا بن عبّاس ؟ قال اذا شربت منھا فاستقبل القبلۃ ، واذکر اسم اللہ ، وتنفس ثلاثا و تضلع منھا فاذا فرغت ، فاحمد اللہ عزوجل[1]	عبد الرحمٰن بن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا تو اُنھوں نے اس سے دریافت کیا تو کہاں سے آیا ہے ؟ اس نے کہا کہ میں زمزم پی کر آرہا ہوں اُنھوں نے فرمایا کیا اس طرح پیا ہے جس طرح پینا چاہیے تھا ، اس نے دریافت کیا کہ پینے کا کیا طریقہ ہے ؟ اُنھوں نے فرمایا کہ جب تو زمزم پینے کا ارادہ کرے تو قبلہ رُخ ہو بسم اللہ پڑھ ، تین سانسوں میں پی اور شکم سیر ہو کر پی ، فارغ ہونے کے بعد اللہ کی حمد کر۔ (یعنی الحمد للہ کہہ)

---

[1] سنن دار قطنی ج : ۲ ، ص : ۲۸۸ ، سنن ابن ماجہ ج : ۲ ، ص : ۱۰۱۷ ، مصنف عبد الرزاق ج : ۵ ، ص : ۱۱۲

مُرسلہ : ڈاکٹر محمد امجد

مکتوبِ مَدَنی رح

شیخ الاسلام مولانا سید حُسین احمد مَدَنی رحمہ اللہ

ذکر کرتے وقت طبیعت پر زور ڈال کر ذکر کے معنی اور مذکور کی عظمت اور محبوبیت کا دھیان رکھا کریں۔ احباب و افکارِ دُنیاویہ میں حتی الوسع حصّہ اور دلچسپی نہ لیا کریں، ان اُمور کا خیال رکھیں، اس کا بھی التزام کریں کہ جب کوئی خطرہ آئے اس کو دل میں ٹھہرنے نہ دیں اور دلچسپی پیدا نہ ہونے دیں۔ فوراً دفع کریں۔ آپ کو اپنی دُعاؤں اور اذکار میں نقصانات نظر آرہے ہیں ان کو مکمّل کرنے کی جدوجُہد رکھنی ہی چاہیے مگر واقعہ یہی ہے کہ ہم کتنی بھی کامل عبادت کریں شانِ الٰہی کے سامنے وہ نہایت حقیر اور ناقص ہے جب کہ سرورِ کائنات سیّدالرسل علیہ السّلام فرماتے ہیں۔ "ماعبدناك حق عبادتك وماعرفناك حق معرفتك" تو ہم اور آپ کس شمار قطار میں ہیں . . . آپ کو ہمیشہ ذلیل و خوار سمجھنا اور اپنے اعمال و اخلاق کو ناقِص سمجھنا واقعیت اور ضروری ہے اور اس پر ناز کرنا اور کامل سمجھنا خوفناک ہے۔ لن ینجو احدکم بعملہ الا ان یتغمدہ اللہ برحمتہ (اوکما قال علیہ السّلام) تم میں سے کوئی بھی اپنے عمل کی بناء پر نجات نہیں پا سکتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں چُھپالے، اس کی رحمت اور کرم کا ہمیشہ سہارا چاہنا چاہیے اور صرف اس کی رضا کی طلب ہونی چاہیے ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب　　　　کہ حیف باشد از و غیر ازیں تمنّائے

تہجّد کے واسطے کوشش جاری رکھیں اور ابتدائی شب میں جلدی سو جایا کریں، ممکن ہے کہ ان دنوں میں اُٹھنے میں کوتاہی رات کے چھوٹے ہونے اور گرمی کی زیادتی کی وجہ سے ہوئی ہو۔ بہر حال اس

پر رنج وغم کا ہونا بھی اُمّید افزا ہے۔

گر نداری شادے از وصلِ یار	خیز برخود ماتمِ ہجراں بدار

عبادت وذکر وغیرہ کا نفس کو گراں معلوم ہونا طبعی امر ہے اِنّ اعدی عدوک نفسک الّتی بین جنبیک (او کما قال صلّی اللہ علیہ وسلّم) (تیرا سب سے بڑا دُشمن وہ نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے بیچ میں ہے) مگر اس کی اصلاح کرنا چاہیے اور نفس کو سمجھانا چاہیے کہ ان عبادات میں محبوبِ حقیقی کیساتھ مکالمہ اور شہنشاہِ حقیقی کے دربار میں حضوری اور غیر متناہی نعمتوں کے ساتھ انعام اور احسان کرنے والے کا شکریہ ہے۔ ان باتوں کو تفصیلی طور پر نفس کے سامنے ہمیشہ غور اور فکر کرتے ہوئے پیش کیا کریں ان میں ہر ایک چیز دُنیا میں مستقل طور پر مکمّل حضوری اور بار بار اخلاص اور نیاز مندی کے باعث قوی ہوتی ہیں۔ ایک چیز باری تعالیٰ کی صمدیت ہے کہ وہ تمام حاجتوں کا ماوٰی اور ملجا ہے، اسی کے ہاتھ میں ہیں اور وہی سب کو پُورا کرنے والا ہے اور ہم ہر وقت اور ہر لمحہ میں اس کے محتاج ہیں، ایسے دربار میں باخلاص حاضر رہنا بالخصوص جب کہ وہ ہمارے حرکات وسکنات، اقوال واعمال نیات وخطرات سب کا جاننے والا ہے۔ تمام دُنیا و مافیہا سے اہم اور ضروری ہے۔ متٰی ماتلق من تہوی دع الدنیا واھملھا ... اس کو ہمیشہ سمجھانے اور فکر کرنے سے انشاء اللہ حالت پلٹ جائے گی۔

کچھ حرج نہیں، لیس علی المریض حرج ارشاد قرآنی ہے، طبیعت پر زور ڈالیے اور جس وقت غصّہ آئے تو اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب اور اس کی قدرت کو یاد کیجیے۔ من لایرحم لایرحم، الراحمون یرحمھم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء۔ (اقوال نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام) جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا، رحم کرنے والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔ لوگوں پر رحم کرنے کی اور احسان کرنے کی عادت ڈالیے، ذکر میں کوشش زیادہ سے زیادہ ہونے کی، اس کی مداومت کی معنی اور مضمون کے خیال رکھنے کی جاری رکھیے، اللہ تعالیٰ مدد فرمانے کا قوی وعدہ فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ قولِ قرآنی ہے۔ من تقرب الیّ شبرا تقربت الیہ ذراعا (جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اُس سے ایک گز قریب ہوتا ہوں) کا خیال رکھیے، مگر جو کچھ ہو اس میں ریاء سمعہ اغراضِ دینویہ نہ ہوں، پردہ ہونے کی صُورت میں اوّلاً غض بصر کیجیے، ثانیاً استغفار کی کثرت رکھیے، یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور کا دھیان رکھیے اور ان الحسنات

یذھبن السیئات سے اُمّید باندھیے، اللہ آپ کی اور میری اور تمام مسلمانوں کی دستگیری فرمائے۔

والسّلام

(ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۷ شعبان ۱۳۶۲ھ)

○

(۱) آپ کا ذکر میں کوتاہی کرنا اور پاس انفاس کو دن رات میں صرف دس پندرہ منٹ انجام دینا انتہائی کسالت اور بے توجّہی ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ [1] کا سماں کس طرح پیدا کریں گے کیا یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّ سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا [2] پر اسی طرح عمل ہوسکتا ہے۔ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّ دُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ [3]، فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ [4] پر کس طرح عمل کریں گے۔ افسوس آپ بہت زیادہ غفلت اور کوتاہی میں مُبتلا ہیں۔ آپ مجھ سے وقت پُوچھتے ہیں مَیں کیا بتا سکتا ہوں، آپ خود سوچیے اور انتظام کیجیے۔

(۲) رمضان شریف کے روزوں کے لیے اکثر متیقن یا کم از کم اغلب ظن پر جتنے دن ہوں اُن کی قضا رفتہ رفتہ کیجیے، یہ سردی کے ایّام غنیمتِ باردہ ہیں۔

(۳) نظر کی حفاظت کیجیے، استغفار اور ذکر کی کثرت کیجیے، نظرِ شہوت کو روکیے، مشتبہات سے اجتناب کیجیے بالخصوص خلوت ہرگز نہ ہونی چاہیے۔

(۴) کرکٹ وغیرہ لہو ولعب میں جانا بالکل چھوڑ دیجیے آخرت اور خداوندی حقوق کا مسئلہ نہایت اہم ہے، موت ہر وقت سر پر کھڑی ہے، عالم السر والخفایا کی خفیہ پولیس ہر وقت اعمال اور اقوال کو نوٹ کر رہی ہے

---

[1] وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔

[2] اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی بہت سی یاد اور پاکی بولتے رہو اس کی صبح و شام

[3] اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہُوا اور ڈرتا ہُوا اور ایسی آواز سے جو کہ پکار کر بولنے سے کم ہو صبح کے وقت اور شام کے وقت اور مت رہ بے خبر۔

[4] پھر جب تم نماز پڑھ چکو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے۔

ہیں۔ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ[1]، مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ[2] اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّھُمْ وَنَجْوَاھُمْ بَلٰی وَرُسُلُنَا لَدَیْھِمْ یَکْتُبُوْنَ[3] اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ[4] ان آیات پر غور کیجیے اور جہاں تک ممکن ہو عمرِ عزیز کے لمحات کو ضائع نہ ہونے دیجیے۔

والسّلام

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۶ محرم ۱۳۶۳ھ

○

میرے خیال میں عام دُعاؤں کے لیے مندرجہ ذیل دُعا زیادہ مناسب ہوگی۔

اَللّٰھُمَّ بَلِّغْنِی وَبَلِّغْ جَمِیْعَ مَنْ اَوْصَانِیْ بِالدُّعَاءِ وَجَمِیْعَ مَنْ لَّہٗ حَقٌّ عَلَیَّ عَلَی الْمَقَاصِدِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاکْشِفْ عَنِّی وَعَنْھُمْ سَائِرَ الْکُرُبَاتِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اَنْتَ اَعْلَمُ بِھِمْ وَبِمَقَاصِدِھِمْ وَکُرُبَاتِھِمْ وَاَنْتَ اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْنَ وَاَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ حَیِیٌّ کَرِیْمٌ تَسْتَحْیِیْ اَنْ تَرُدَّ یَدَ الْعَبْدِ صِفْرًا اِذَا رَفَعَ الْاَکُفَّ اِلَیْکَ وَصَلِّ عَلٰی اَحَبِّ خَلْقِکَ اِلَیْکَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

نیز اسلاف اور مُسلمانوں کے لیے دُعائیں مختصر اور مناسب حسبِ ذیل ہوگی۔

اَللّٰھُمَّ تَغَمَّدْ بِرَحْمَتِکَ وَرِضْوَانِکَ وَغُفْرَانِکَ جَمِیْعَ مَشَائِخِیْ وَجَمِیْعَ اَسَاتِذَتِیْ وَجَمِیْعَ اَمْوَاتِیْ وَجَمِیْعَ المومنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسلمین وَالْمُسْلِمَاتِ اِنَّکَ یَا مَوْلَانَا سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ کَرِیْمٌ مُجِیْبُ الدَّعْوَاتِ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

---

[1] عزّت والے عمل لکھنے والے جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔ [2] نہیں بولتا کچھ بات جو نہیں ہوتا اس کے پاس ایک راہ دیکھنے والا تیار، یعنی جب کوئی بات زبان سے نکالتا ہے تو اس کے پاس ایک نگران جو چست و مستعد ہے موجود رہتا ہے۔ [3] کیا خیال رکھتے ہو کہ ہم نہیں جانتے ان کا بھید اور ان کا مشورہ کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے اُن کے پاس لکھتے رہتے ہیں۔ [4] ہم لکھتے رہتے ہیں جو کچھ تم عمل کرتے ہو۔

ان مختصر اور جامع دُعاؤں میں جس قدر تکرار اور خشوع وغیرہ عمل میں لایا جاوے وہ کار آمد ہوگا۔

تمام مُسلمان خواجہ تاش[1] اور آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے خادم ہیں۔ سب سے محبت رکھنی اور خیر خواہی چاہنی اور ان کے لیے دُعا کرنا ہمارا فریضہ ہے، ان کی دُعاؤں حاجتوں میں خبر گیری حتی الوسع اور خدمات بجالانا ضروری ہے، جس قدر ہوسکے اس میں کوشش کیجیے اور اگر کسی پر غصہ آجائے تو اسی خواجہ تاشی کو اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور انتقام کو یاد رکھ کر جہاں تک ممکن ہو غُصّہ کو فرو کیا کیجیے۔

والسّلام

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ

○

(۱) دُعا میں دِل لگنا ضروری ہے۔ حضور سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے، انّ اللہ لا یقبل الدعاء بقلبٍ لاہٍ[2] لہٰذا دُعا میں دل لگنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مظلوم کی دُعا بہت جلد قبول ہوتی ہے کیونکہ وہ خلوصِ دل سے نکلتی ہے، تاہم اگر دل نہ لگے تب بھی فائدہ سے خالی نہیں لیکن کوشش کرنا ضروری ہے۔

(۲) دُعا اور تلاوتِ کلام پاک میں فرق ہے، قرآن مجید کے الفاظ اور حروف چونکہ اللہ تعالیٰ سے سرزد ہوئے ہیں اسی وجہ سے قرآن مجید بالفاظہ مامور بالتلاوت ہے اگر اس میں بھی دل نہ لگے تب بھی ثواب آخرت اور اثر سے خالی نہیں ہے اور دُعا میں یہ بات کہاں؟

(۳) رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ہر نماز کے بعد اور اوقاتِ دُعا کے علاوہ درود شریف کے بعد نماز میں پڑھنے سے حُسنِ خاتمہ کے لیے نہایت مؤثّر ہے۔

والسّلام

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ

---

[1] خواجہ تاش کے معنی ہیں ایک مالک کے کئی غلام یا ایک آقا کے بہت سے نوکر یہ ہر ایک آپس میں اہلِ فارس کے نزدیک خواجہ تاش ہوئے، مقصود شیخ الاسلام کا واضح ہے کہ ہم کو خصوصًا تمام مُسلمانوں کے ساتھ محبّت و ہمدردی ہونی چاہیے یعنی دوستی اور دُشمنی کا معیار اللہ کی اطاعت اور رسول کی محبّت ہو نہ کہ جذبات

[2] حدیث کا مفہوم یہ ہے، اللہ تعالیٰ اس دُعا کو قبول نہیں فرماتے جو دل لگا کر نہ کی جائے۔ یعنی دل غافل ہو۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب

اصحابِ مدارس غور فرمائیں

بگرامی خدمت حضرات اصحاب اہتمام و مدرسین کرام دامت برکاتہم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جیسا کہ عموماً اہلِ علم جانتے ہیں اور دوست اور دشمن سب کو اس کا علم ہے کہ حضرات اکابر عُلماء دیوبند کا مقصد مدارسِ عربیہ دینیہ قائم کرنے کا صرف اتنا ہی نہیں تھا کہ طلبا کو جمع کیا کریں اور صرف عربی کتابیں پڑھا دیا کریں بلکہ اُن کا ایک مسلک ہے جو معروف اور مشہور ہے۔ جب احمد رضا خاں بریلوی نے ان حضرات کو بدنام کرنے کی بات چلائی اور اُن پہ کُفر کا فتوٰی تھوپنے کے لیے اپنی کتاب حسام الحرمین تصنیف کی او رعُلماء حرمین شریفین سے اس پر دستخط کرالیے تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء ہیں حضرت مولانا محمود حسن صاحب اور شارح ابو داؤد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہم بقید حیات تھے۔ جب ان حضرات کو احمد رضا خان کی دسیسہ کاری کا علم ہُوا تو اس کی تردید کی طرف متوجّہ ہوئے اور حسام الحرمین سے جو شر پھیل رہا تھا اس کے دفاع کے لیے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المہند علی المفند تالیف فرمائی۔ اس زمانہ کے اکابر دیو بند جو موجود تھے ان سب نے اس کی توثیق اور تصدیق کی اس کتاب میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو بھی عقائد عُلماء دیوبند میں لکھا ہے اور سلفاً عن خلفٍ چاروں مذاہب کے عُلماء اس پر متفق رہے ہیں

ایک نیا فرقہ پچاس ساٹھ سال سے نمودار ہُوا ہے جسے دورِ حاضر کے عُلماء نے لفظ مماتی کے ساتھ ملقب کیا ہے پہلے تو یہ فتنہ اتنا زیادہ عام نہیں تھا۔ تھوڑے سے لوگ تھے لیکن آج کل بہت زیادہ بڑھ گیا ہے اور مدارس میں پھیل رہا ہے۔ طلباء میں اچھی خاصی تعداد میں

اس فتنے کے حامی طلبہ ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنے مسلک کی نام نہاد دلیلیں یاد ہوتی ہیں دوسرے طلبہ کو اُن کے خلاف دلائل یاد نہیں ہوتے اور یہ لوگ داعی ہوتے ہیں۔ طلبہ میں اپنی باتیں پھیلاتے رہتے ہیں اور اُنھیں اپناتے رہتے ہیں مماتی طلبہ کو بے تکلّف داخلہ دے دیا جاتا ہے۔ یہ لوگ عُلماء دیوبند سے علم بھی سیکھتے ہیں اور اُنھیں کم از کم گمراہ تو سمجھتے ہی ہیں بلکہ بعض منچلے تو حیاتِ انبیاء کا عقیدہ رکھنے والوں کو کافر بھی کہتے ہیں ایک مماتی کا ملفوظ سُننے میں آیا ہے کہ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی حیاتِ انبیاء کے قائل ہیں تو وہ بھی کافر ہیں۔ اب یہ فتنہ زور پکڑ رہا ہے اور ہمارے اصحاب مدارس اس کے دفاع سے غافل ہیں بلکہ بعض مدارس کے اکابر مدرسین اس عقیدے کے حامی ہیں جو طلبہ میں اس کی تدریج کرتے ہیں۔ اہلِ مدارس یہ سب کچھ جانتے ہُوئے ان مدرسین کو رکھے ہُوئے ہیں۔ بڑی بڑی تنخواہیں دیتے ہیں اور اس مزاج کے طلبہ کو پالتے ہیں جو پوری طرح فتنہ ہوتے ہیں۔

اس سے پہلے کہ مدارس میں سر پھٹّول ہو اور جنگ و جدال کی نوبت آئے اور دیوبندیوں کے مدارس عقیدۂ ممات کا مرکز بن جائیں اس کے دفاع کا راستہ سوچنے کی ضرورت ہے۔ اہلِ مدارس کو تغافل کیوں ہے اس بارے میں کوئی واضح بات نہیں بتائی گئی کچھ ایسا سمجھا جاتا ہے کہ اگر اس مزاج کے طلبہ کے عدمِ ادخال یا اخراج کے بارے میں کوئی اقدام کیا گیا تو مدارس میں طلبہ کی تعداد کم ہو جائے گی یا ہڑتال ہوگی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اہلِ مدارس مدارس کو مقصود نہ سمجھیں۔ خدمتِ دین حفاظتِ سنن ردِ بدعات کے کام میں لگے رہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو مدارس مقصود نہیں، جیسا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر دیوبند کو لکھ دیا تھا (جبکہ وہاں جاہل لوگوں نے کمیٹی کا ممبر بننے کی کوشش کی تھی) کہ مدرسہ مقصود نہیں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہے، جن لوگوں کو مدارس ہی مقصود ہیں۔ احقاقِ حق اور حفاظتِ دین اور اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہیں ایسے لوگ اپنی آخرت کے بارے میں غور کرلیں اور انما الاعمال بالنیات کو بار بار پڑھیں، ایسے اصحابِ اہتمام کے مدارس میں جو طلبہ پڑھیں گے ان طلبہ کے قلوب پر بھی طلبِ دُنیا کے اثرات ہی اثر انداز ہوں گے علم بھی تو مقصود نہیں ہے اس سے بھی تو اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہونا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ہر طالب علم کے پیشِ نظر ہے۔

مماتی لوگوں کو مدارس میں داخل کرنے اور پالنے کا نتیجہ آگے جا کر یا تو بہت بڑے فتنہ و فساد اور جنگ و جدال کا باعث ہوگا یا یہ دیوبندی مدارس اور اُن کے طلبہ مماتی بن کر غالب ہو جائیں گے اور دیوبندی مدارس مماتیوں ہی کی جولانگاہ بن جائیں گے۔ اس سے پہلے سوچنے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

آخر مماتیوں سے دبنے کی کیا وجہ ہے کیا اپنے اکابر کا مسلک دلائل کے اعتبار سے کمزور ہے یا غلط ہے اگر یہ بات اصحاب اہتمام کے قلوب میں گھر کر گئی ہے تو دیوبندی ہونے کا دعویٰ کرنے کی کیا ضرورت ہے کھل کر اعلان کر دیں ہم دیوبندی نہیں ہیں اور ہمارے مدارس اکابر دیوبند کے خلاف دوسرے مسلک کے حامی اور خادم ہیں اور وہی دوسرا مسلک حق ہے تاکہ عامۃ النّاس دھوکہ میں نہ رہیں اور سوچ سمجھ کر چندہ دیں دھوکہ دے کر چندہ لینا مخلصین کے کسی مذہب میں بھی جائز نہیں ہے یہ تو غدر و خیانت ہے۔

اگر یقین سے یہ سمجھتے ہیں کہ اکابر دیوبند کا مسلک حق ہے اور مماتی گمراہ ہیں تو پھر کھل کر اُن کی تردید کی جائے اور دلائل سے ان کی گمراہی واضح کی جائے اور مدارس میں ایسے اساتذہ اور طلبہ کا مقاطعہ کیا جائے اور اُمّت پر واضح کیا جائے کہ یہ لوگ دیوبندی نہیں ہیں خوارج کی طرح سے گمراہ ہیں ورنہ یہ کتمانِ حق اور سکوت عن الحق بڑے نقصان اور حرمان اور خسران کا باعث ہوگا۔ مماتی لوگ ایک طرف تو عقائد دیوبند کے خلاف حیات اور توسل اور سفر بہ نیت زیارۃ قبر النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اور قبر شریف پر سلام پڑھنے کو گمراہی قرار دیتے ہیں اور احادیث صحیحہ اور اجماعِ اُمّت کو غلط قرار دیتے ہیں اور اکابر دیوبند کے مسلک کو غلط بتاتے ہیں۔ دوسری طرف دیوبندی بن کر دیوبندی عوام سے چندہ لیتے ہیں وہ تو دھوکہ دیتے ہی ہیں دیوبندی مدارس کے اکابر کو ان کی دھوکہ دہی کو پروان چڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔

میں نے یہاں ایک مماتی سے بات کی کہ تم لوگ دیوبندی عقیدہ کے خلاف بھی ہو اور دیوبندی بھی بنتے ہو صاف اعلان کیوں نہیں کرتے ہم دیوبندی نہیں ہیں تو اس نے جواب دیا کہ ایک بات میں مخالف ہونے سے دیوبندیت سے کیسے نکل جائیں گے۔ دیوبندیت کوئی ذرا سی چیز تو نہیں ہے اس کے بعد مدینہ منورہ میں لاہور کے ایک عالم سے ملاقات ہوئی۔ اُنھوں نے بھی یہ جواب نقل کیا جس سے

اندازہ ہُوا کہ مماتیوں نے یہ جواب دیوبندیت سے مستفید رہنے کے لیے تراشا ہے اگر حضرات علماء دیوبند کے نزدیک یہ جواب دُرست ہے اور اسی سے مطمئن ہو کر مماتیوں کو گلے لگانے کا جواز نکال رکھا ہے تو بریلویوں سے بھی کیا ضد ہے ان کی بھی تو ایک ہی بات زیادہ سخت ہے یعنی آنحضرت سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے علم غیب کلی . . . تجویز کرنا، اسی طرح غیر مقلدوں سے صرف تقلید اور عدم تقلید کا اختلاف ہے۔ باقی مسائل تو عموماً وہی ہیں جو شافعیہ و حنفیہ میں مختلف فیہ ہیں، اور مودودی صاحب سے بھی ایسی ہی ایک دو بات میں اختلاف ہے۔ پھر ان جماعتوں سے بُعد اور مقاطعہ کیوں ہے ان کو بھی دیوبندیوں میں شامل کرلیں۔

آج کل بعض اہلِ فکر یُوں کہہ رہے ہیں کہ جو نئے فتنے ظاہر ہو رہے ہیں وہ عموماً مدعیان دیوبند ہی میں ہیں خوارج مزاج بھی دیوبندی نواصب بھی دیوبندی، فکرِ ولی اللہ والی جماعت بھی دیوبندی جو سوشلزم کی داعی ہے۔ اس مزاج کے طلبا۔ مدارس میں موجود ہیں دیکھیے آگے چل کر کیا بنتا ہے۔

اگر اصحاب اہتمام اور اکابر مدرسین مماتیوں کے اکابر کو جمع کر کے دلائل سے بات کر کے نمٹا دیں تو کیسا اچھا ہو اگر ایسا نہیں کر سکتے تو اوّل تو یہ اعلان کر دیں کہ یہ لوگ دیوبندی نہیں ہیں ہم ان سے بیزار ہیں۔ دوسرے اس مزاج کے طلبا۔ کو اپنے مدارس میں داخل نہ کریں۔

جب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے المہند علی المفند لکھی تھی اس وقت اس پر اکابر دیوبند نے تقاریظ لکھی تھیں اور عُلما۔ مصر و شام نے بھی تصدیق کی تھی۔ اکابر دیوبند میں سے حضرت شیخ الہند مفتی عزیز الرحمٰن (دارالعلوم دیوبند) حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری حضرت مولانا محمد احمد ابن مولانا محمد قاسم نانوتوی مہتمم دارالعلوم دیوبند اور اُن کے نائب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دیوبندی اور مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی اور حضرت گنگوہی کے صاحبزادہ مولانا مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

۱۳۷۸ھ ہجری میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ کی خدمت میں مماتی عقیدہ کے بارے میں سوال پیش کیا گیا تھا۔ سوال و جواب معارف شیخ کی پہلی جلد میں مسطور ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے علامہ سخاویؒ سے نقل کیا ہے۔ نحن نؤمن و نصدق بانہ صلّی

اللہ علیہ وسلم حی یرزق فی قبرہ پھر لکھا ہے جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے پاس کھڑا ہو کر درود پڑھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنتے ہیں من صلی عند قبری سمعتہ نص صریح ہے۔ علامہ سخاوی رحؒ نے حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے۔ سندہ جید

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ نے یہ بھی لکھا ہے یہ ناکارہ ان اکابر کا بالکل متبع ہے ان کے اس صاف ارشادات اور تحریرات کے بعد جس پہ حضرت سہارنپوری، حضرت شیخ الہند حضرت رائے پوری، حضرت تھانوی قدس اللہ اسرارہم نے بلا کسی اجمال کے ھٰذا معتقدنا و معتقد مشائخنا لکھا ہے کیا کوئی گنجائش ہے کہ اس کے خلاف کچھ کہا جا سکے۔

بعض مماتی یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ ہم قرآن پیش کرتے ہیں اور دیوبندی وہ قاسم الذی (حضرۃ نانوتوی رحؒ) کا قول پیش کرتے ہیں گویا قرآن کو دورِ حاضر میں صرف مماتیوں نے ہی سمجھا ہے۔ حضرات صحابہ اور تابعین اور بعد میں آنے والے حضرات سلفاً عن خلفٍ اشاعرہ ماتریدیہ ائمہ اربعہ کے مقلدین شراح حدیث فقہاء کرام، مشائخ عظام، عقیدہ حیاۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حامل گمراہ اور جاہل ہو گئے اُنھوں نے نہ قرآن کو سمجھا اور نہ احادیث شریفہ کی تصریحات سے واقف ہو گئے یہ نئے زمانے کے لوگ قرآن کو سمجھ گئے۔ درحقیقت سلف صالحین سے کٹے گا وہی مبتدع ضال ہوگا اور وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ کا مصداق ہوگا۔ مؤطا امام محمد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سفر سے واپس آتے تھے تو قبر شریف کے پاس حاضر ہو کر آپؐ پر اور آپؐ کے صاحبین (حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ) کی خدمت میں سلام پیش کیا کرتے تھے۔ ممکن ہے کہ بعض مماتی مزاج مدعیان دیوبندیت یوں کہیں کہ عقائد میں تقلید نہیں کی جاتی اس لیے ہم اکابر دیوبند کے مقلد نہیں۔ مماتیوں کے دلائل قوی ہیں۔ اس لیے ہم نے دیوبندی ہوتے ہوئے اُن کے مسلک کو قبول کر لیا، احقر کا کہنا یہی تو ہے کہ واضح اعلان کر دیں کہ اکابر دیوبند کا مسلک غلط ہے تاکہ اُمت پر واضح ہو جائے کہ آپ کا مسلک وہ نہیں جو اکابر دیوبند کا مسلک ہے۔ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ

دیوبندی مدارس کے اکابر توجہ فرمائیں اور اس فتنہ سے اپنے طلبا کو محفوظ رکھنے کی پوری مساعی اور جہود کام میں لائیں۔ واللہ الموفق وھو المستعان وعلیہ التکلان (۹ رجب ۱۴۲۰ھ)

(قسط: ۲، آخری)

الجہاد فی الاسلام

میدان کارزار میں مجاہدین کی اخلاقی تربیت کا ایک روحانی منظر

امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

سرورِ کائنات ﷺ کا خیبر میں داخلہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے روانہ ہوکر جب خیبر کے قریب مقام جہا میں پہنچے تو نماز عصر کا وقت آگیا اور آپ ﷺ نے نماز پڑھی، وہیں زاد راہ بھی کھولا گیا، کھانے پینے میں مغرب کا وقت ہوگیا۔ نماز مغرب سے فارغ ہوکر آپ ﷺ راتوں رات خیبر کی طرف روانہ ہوگئے اور کچھ رات رہے خیبر کے متصل پہنچ گئے۔ آپ کا عام معمول یہ تھا کہ رات کو کبھی حملہ کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ کیونکہ یہ نہایت بزدلی کی بات تھی اور بے خبری کے عالم میں دشمنوں کو قتل کر دینا اخلاق کی انتہائی موت ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے صبح کا انتظار کیا اور نماز کے بعد جنگ شروع ہوئی، خیبر ایک نہایت آباد اور شاداب مقام تھا۔ صحیحین کی روایت کے بموجب اگرچہ وہاں چاندی سونا زیادہ نہ تھا لیکن اسباب و سامان زراعت اور عمدہ عمدہ مویشی اور اونٹ بہت تھے۔ عام مجاہدین اسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شدت احتساب معلوم ہوتا تھا۔ اس لیے غارت گری کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ عبداللہ بن مغفل نے ایک توشہ دان اُٹھایا مگر آپ کی نظر پڑ گئی تو فوراً پھینک کر الگ ہوگئے، بایں ہمہ آخر میں ایسا ہوا کہ بعض لوگ بے قابو ہوگئے اور مال و اسباب پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔

خیبر کے مفتوحین نے یہ حالت دیکھی تو ان کا ایک سردار جو نہایت مغرور اور سرکش تھا ڈرتا

ہوا آیا اور سخت گستاخانہ لب ولہجہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مخاطب کرکے پکارا یا محمد الکم ان تذبحوا حمرنا و تاکلوا ثمرنا و تضربوا نساءنا (ابوداؤد جلد: ۲، ص: ۷۲-

کیا تمہیں یہ سزا وار ہے کہ ہمارے گدھوں کو ذبح کر ڈالو، ہمارے پھلوں کو کھا جاؤ اور ہماری عورتوں کو مار پیٹو۔

اگر کوئی دنیوی بادشاہ ہوتا تو اس گستاخی کا جواب زبان تیغ سے دیتا، لیکن جب آپؐ کو یہ حال معلوم ہوا تو آپؐ سخت برہم ہوئے اور ابن عوف سے فرمایا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر منادی کرا دو۔

"جنّت صرف مسلمانوں ہی کے لیے حلال ہے، نماز کے لیے جمع ہو جاؤ۔"

صحابہؓ جمع ہوئے تو آپؐ نے پہلے اُن کے ساتھ نماز پڑھی، پھر نہایت غصّہ کے لہجے میں ایک خطبہ دیا جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔

"کیا تم میں سے کوئی شخص تخت حکومت پر مسند لگائے ہوئے اور مغرورانہ بیٹھا ہوا یہ خیال کرتا ہے کہ صرف وہی چیزیں حرام ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔؟ (اور قرآن نے مالِ غنیمت کو حرام نہیں کیا ہے) اگر کسی کا یہ خیال ہے تو وہ بالکل غلط ہے۔ خدا کی قسم مَیں نے تم کو بار بار نصیحت کی حکم دیا اور بہت سی چیزوں سے روک دیا (جن میں سے ایک غارت گری بھی ہے) یہ جن چیزوں کو تم پر حرام کر دیتا ہوں وہ بھی محرمات قرآنیہ کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ قابلِ اجتناب ہیں۔ خدا نے تمہارے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کیا کہ تم بلا اجازت اہلِ کتاب کے گھر میں گھس جاؤ، ان کی عورتوں کو مارو پیٹو اور ان کے پھلوں کو کھا جاؤ۔ (ابوداؤد ج: ۲ ص کتاب الخراج والامارۃ)

بہرحال خیبر فتح ہوا تو یہودیوں نے درخواست کی کہ ہم زراعت کا کام آپ لوگوں سے زیادہ خوبی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں اس لیے ہماری زمین ہمیں کو دے دی جائے اور سال میں نصف پیداوار ہم سے تقسیم کرا لی جائے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے ساتھ ایسی مصالحت کر لی اور اس پر عمل درآمد شروع

ہوگیا۔ جب پہلی فصل تیار ہوئی تو آپؐ نے حضرت ابن رواحہؓ کو پیداوار کے تقسیم کرانے کے لیے بھیجا وہ آئے تو تخمیناً پیداوار کے دو حصے کر دیے اور ایک حصہ خود لے لیا۔ یہودیوں نے شکایت کی یہ تو بہت ہے اُنھوں نے کہا تو پھر" ہمارا حصہ تم ہی لے لو۔"

اس مصالحت اور فیاضی سے متأثر ہو کر تمام یہودی پکار اُٹھے۔ هذا هوالحق وبه تقوم السماء والارض (ابوداؤد ج: ۲، ص: ۱۲۸)

اسی کا نام ہے انصاف اور آسمان وزمین اسی انصاف پر قائم ہیں۔

سرورِ کائناتؐ کا مکہ میں داخلہ

اسلام نے ہر چیز کی بتدریج اصلاح کی، شراب بتدریج حرام ہوئی نماز میں بتدریج تغیرات کیے گئے، عرب کی قدیم جنگ جو فطرت کی اصلاح بھی اسی اصول پر ہوئی۔ غارت گری عرب کا عام شعار تھا اور صحابہؓ بھی دفعتہً اسی قدیم عادت کو نہیں چھوڑ سکتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقعوں پر مختلف طریقوں سے اس طریقہ کا انسداد کیا، لیکن اب غزوۂ خیبر میں اس کی تکمیل ہوگئی۔ غزوۂ خیبر کے بعد فتح مکہ کا مرحلہ پیش آیا تو اسلام کی تربیت یافتہ فوج اپنے قدیم آبائی گھر میں اس سکون و اطمینان کے ساتھ داخل ہوئی کہ تمام عرب کو نظر آگیا کہ اسلام نے عرب کی فطرت اصلیہ بالکل بدل دی۔

هوالذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم اٰیاته ویزکیهم و یعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کی تیاریاں شروع کیں تو حسنِ اتفاق سے پہلی ہی منزل پر بطور فال رحمت کے رفق و ملاطفت کے اظہار کا موقع پیش آگیا۔ حاطبؓ ایک بدری صحابی تھے جنھوں نے خفیہ طور پر قریش کو ایک خط لکھا تھا اور اسلامی تیاریوں کی خبر دے دی تھی۔ ان کا خط راستہ میں پکڑ لیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ اُنھوں نے کہا۔

"ابھی مجھے سزا دینے میں جلدی نہ کیجیے، اصلی واقعہ سن لیجیے، میں قبیلہ قریش سے کوئی خاندانی تعلق نہیں رکھتا۔ صرف ان کا حلیف ہوں

لیکن بہت سے مہاجرین ان کے ساتھ خاندانی تعلقات بھی رکھتے ہیں جن کی وجہ
سے اپنے بال بچوں کی حفاظت کر سکتے ہیں میں نے چاہا کہ قریش پر احسان
کر دوں جس کے صلہ میں شاید میں بھی اسی قسم کی محافظت کا مستحق ہو جاؤں
میرا قصور صرف اتنا ہے، ورنہ میں مرتد نہیں ہوا ہوں"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر اس قدر برہم ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی گردن اُڑا دینے کی اجازت چاہی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت بدر کی فضیلت کی بناء پر اُنہیں بالکل معاف کر دیا۔ (بخاری جزء ۵ ص ۱۴۵)

اس اوّلین واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کا سلوک ان لوگوں کے ساتھ کیسا تھا، جن کی وجہ سے اس کے مقاصد کو سخت سے سخت نقصانات پہنچ سکتے تھے یا پہنچ چکے تھے۔ حاطب بن بلتعہ نے یقیناً بغیر کسی مخالفانہ قصد کے یہ کارروائی کی ہوگی، لیکن نیت کی صفائی اس نقصانِ عظیم کی کیا تلافی کر سکتی تھی جو اس خط کے پہنچنے سے اسلامی فوج پر وارد ہو سکتا تھا؟ جنگ کی حالت میں آج بڑی سے بڑی متمدن قوم بھی جو کچھ کر رہی ہے وہ ہمارے سامنے ہے فوجی رازوں کا افشاء کرنا اور جنگ کی حالت میں دُشمن سے خط و کتابت کرنا ایک ایسا جرم ہے جس کی سزا موت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ بایں ہمہ وجود مقدس حضرت رحمۃ للعالمین جو رحمت و رافت لے کر دُنیا میں ظاہر ہوا تھا اس کے آگے انسانی معاصی و جرائم کے بڑے بڑے سمندر بھی چند قطرہ ہائے آب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے تھے اس کے نظائر اگر تم سُننا چاہتے ہو تو ساری عمر اسی تذکرہ میں بسر ہو سکتی ہے اور حاطب بن بلتعہ کی معافی اس بحرِ رحمت کا ایک ذرہ کرم ہے۔

دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم

چنانچہ سورہ ممتحنہ کا شانِ نزول یہی واقعہ ہے کہ حاطب بن بلتعہ کا قصور معاف کر دیا گیا لیکن ساتھ ہی آئندہ کے لیے حکم الٰہی نازل ہوا کہ جنگ کی حالت میں جو مُسلمان دُشمنوں سے تعلق رکھے گا وہ اللہ کے نزدیک انہی میں سے سمجھا جائے گا۔

یاایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء

تلقون الیھم بالمودة (الآیۃ - ۶۰ - ۱)

مُسلمانو! اللہ کے اور مُسلمانوں کے دُشمنوں کو اپنا ایسا دوست نہ بناؤ
کہ اُن کے ساتھ محبت و اعانت کے ساتھ پیش آنے لگو، حالانکہ جو سچائی اللہ
نے تمہاری طرف بھیجی ہے وہ اس سے انکار کرچکے ہیں اور اس کے دُشمن ہیں۔

اور اس کے بعد مسلمانوں کو دینِ حنیفی کے اوّلین داعی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے متبعین کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کی تلقین کی ہے۔

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین
معہ اذ قالو لقومھم انا براء منکم و مما تعبدون من
دون اللہ کفرنا بکم و بدا بیننا و بینکم العداوۃ والبغضاء
ابدا حتی تؤمنوا باللہ وحدہ (۶ - ۴)

مُسلمانو! حضرت ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں کی زندگی میں تمہارے
لیے خدا پرستی اور حق دوستی کا بہترین نمونہ موجود ہے۔ جب کہ اُنھوں نے
اپنی قوم سے کہہ دیا کہ اب ہمیں تم سے اور تمہارے ان معبودانِ باطل سے
کوئی سروکار نہیں، ہم تمہارے کاموں سے بالکل انکار کرتے ہیں۔ اب
تو ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیے دُشمنی اور عداوت ہوگئی، تا آنکہ تم خدائے
واحد پر ایمان لاؤ اور حق کے آگے سر جھکا دو۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فتح مکّہ کے لیے رمضان المبارک کا زمانہ منتخب کیا جو اظہار تقویٰ و خشیت الٰہی کا بہترین مظہر ہو سکتا تھا۔ تمام عرب ایمان لانے کے لیے صرف فتح مکّہ کا انتظار کر رہا تھا۔ اس لیے آپؐ نے نہایت اہتمام کے ساتھ تیاری کی دس ہزار فوج کا اجتماع ہُوا، اور مدینہ سے بھُوک اور پیاس کے عالم میں اس نے مکّہ کا رُخ کیا، جب تمام فوج بمقام عفان پہنچی تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے روزہ توڑنے کا حکم دیا۔

قریش مکّہ کو خبر ہُوئی تو ابوسفیان بن حرب حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء حالات دریافت کرنے کے لیے آگے بڑھے جب مرالظہران پہنچے تو ان کو بھڑکتی ہُوئی آگ کے شعلے نظر آئے، ابوسفیان نے

کہا "یہ تو عرفہ کی آگ معلوم ہوتی ہے"۔ بدیل بن ورقا نے جواب دیا کہ یہ آگ قبیلہ بنی عمرو نے متفرق مقامات پر جلائی ہو گی۔

لیکن ابوسفیان نہ مانا اور اسی حیص بیص میں تھے کہ مُسلمانوں کی ایک جماعت آ پہنچی اور ان تمام سردارانِ قریش کو گرفتار کر کے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے لے گئی اس طرح یکایک وعدہ فتح الٰہی پُورا ہو گیا۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم مکّہ کی طرف بڑھے تو اپنے چچا عبّاسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو اسلامی لشکر کے جاہ و جلال کا منظر دکھاؤ۔ فوج روانہ ہُوئی تو ہر قبیلہ کا دستہ الگ الگ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ چلتا تھا۔ ابوسفیان کے سامنے سے ایک دستہ گزرا تو اس نے حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ سے پُوچھا۔

یہ کون سا قبیلہ ہے؟ اُنھوں نے غفار کا نام لیا تو ابوسفیان نے کہا "مجھے ان سے کوئی مطلب نہیں"

اسی طرح سعد بن ہذیم اور سلیم وغیرہ کے قبائل سامنے سے گزرے، لیکن وہ بالکل مرعوب نہ ہُوا۔ اس کے بعد ایک عظیم الشّان فوج سامنے آئی جس میں بالکل نئے لوگ اور نئے انداز سے چلنے والے مجاہدین تھے۔ ابوسفیان پر پہلی مرتبہ تعجب ہُوا اور دہشت طاری ہُوئی اور حضرت عبّاسؓ سے پُوچھا کہ "یہ لوگ کہاں کے ہیں اور کس قبیلہ سے آتے ہیں"۔ حضرت عبّاسؓ نے جواب دیا۔ یہ مدینہ کے انصار ہیں فسوف یأتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونھم۔

سعد بن عبادہ نے ابوسفیان کی مرعوبیت دیکھ کر طنزاً کہا "آج ہی لڑائی کا اصل دن ہے اور آج ہی خانہ کعبہ لوٹا جائے گا۔" اس کے بعد ایک چھوٹا سا دستہ گزرا جس میں خود آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم تھے۔ آپؐ کا جھنڈا زبیرؓ بن عوام کے ہاتھ میں تھا جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ابوسفیان کے پاس آئے تو اُس نے سعد بن عبادہؓ کے دل شکن فقرے آپؐ کو سُنائے، آپ نے فرمایا۔

"سعد نے بالکل غلط کہا، آج تو خانۂ کعبہ کی چھنی ہُوئی عزّت از سرِ نو واپس دلائی جائے گی آج اس پر غلاف چڑھایا جائے گا، آج کا دن لوٹنے کا نہیں بلکہ لٹے ہوئے کو امن دلانے کا دن ہے"۔

یہ کہہ کر آپؐ سورۃ فتح پڑھتے ہوئے آگے بڑھے اور مقام حجون میں جھنڈا نصب کرنے کا

حکم دیا (بخاری جزء ۵ ص ۱۴۶)

اور چاروں طرف سے مکّہ کا محاصرہ کرلیا گیا، خالد بن ولیدؓ نے داہنی طرف سے اور زبیر بن عوامؓ نے بائیں طرف سے حملہ کیا، حضرت ابوعبیدہؓ پیادہ فوج لے کر الگ حملہ آور ہوئے تھے۔

اب مکّہ ہر طرف سے گھرا ہُوا تھا اور مجاہدینِ اسلام کے سامنے جو شخص آتا تھا تہ تیغ کر دیا جاتا تھا۔ خود اسلامی فوج بالکل محفوظ تھی صرف خالد کی فوج کے دو شخص شہید ہُوتے۔ (بخاری جزء ۵ ص ۱۴۷)

لیکن قریش کے پُرغرور سروں کا ایک تودہ بن گیا تھا۔ یہاں تک کہ ابوسفیان چیخ اُٹھا۔

ابیحت خضراء قریش لا قریش بعد الیوم۔

قریش کا سرسبز باغ بالکل اجاڑ دیا گیا۔ آج قریش کا خاتمہ ہے۔

اس پر حسرت اور مایوسانہ فقرے پر جو اسلام کے سب سے بڑے مغرور دُشمن کی نامراد زبان سے نکلا تھا رحمت کونینؐ کے دریائے کرم نے جوش مارا اور آپؐ نے امان عام کا حکم دے دیا۔

من دخل دار ابی سفیان فھو اٰمن ومن القی السلاح فھو اٰمن ومن اغلق بابہ فھو اٰمن

جو شخص ابوسفیان کے گھر میں چھُپ جائے اس کے لیے امان ہے جو شخص ہتھیار ڈال دے اس کے لیے امان ہے۔ جو شخص اپنا دروازہ بند کرلے اس کے لیے بھی امان ہے۔

اس فیاضانہ حکم سے انصار کے دِل میں بدگمانی پیدا ہُوئی۔ اُنھوں نے کہنا شروع کیا کہ "آخر آپؐ کو اپنے قبیلہ پر رحم آ ہی گیا۔" آپؐ کو اس کی خبر ہُوئی تو سب کو بُلا کر فرمایا۔ "مَیں خُدا کا ایک بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ مَیں نے خُدا کے بعد تمہاری طرف ہجرت کی ہے۔ میری موت تمہاری موت میری زندگی تمہاری زندگی ہے۔ تم نے جو بدگمانی کی وہ سچ ہے، لیکن تم معذور بھی تھے۔" (یہ صحیح مسلم کی روایت ہے جلد ۲ ص ۸۶)

لیکن ابوداؤد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام ظہران میں پہنچے تو اسلامی لشکر کے جوش و خروش کو دیکھ کر حضرت عباسؓ کے دل میں خیال پیدا ہُوا، اگر قریش نے آپؐ سے امان طلب نہ کی تو سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے۔ اس خیال سے وہ خچر پر سوار ہوکے آگے بڑھے کہ اگر کوئی شخص مل جاتے

تو اہلِ مکّہ کو امان طلبی پر آمادہ کریں۔ راستہ میں ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء مل گئے۔ حضرت ابن عبّاس رضؓ انھیں اپنے ساتھ لے آئے۔ دوسرے دن آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر ابوسفیان کو پیش کیا جو فوراً اسلام لے آیا اور حضرت عبّاس رضؓ نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھا کر آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ ابوسفیان اس موقعہ پر یہ فخر حاصل کرنا چاہتا ہے کہ اس کے گھر کو دارالامن بنا دیا جائے، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس درخواست کو منظور کیا، بلکہ امن عام کا حکم دے دیا۔

من دخل دار ابی سفیان فھو اٰمن ومن اغلق علیہ دارہ فھو اٰمن ومن دخل المسجد فھو اٰمن۔

جو شخص کہ ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اس کے لیے امن ہے جو شخص اپنا دروازہ بند کرلے اس کے لیے امن ہے اور جو شخص مسجد میں پناہ لے اسکے لیے بھی امن ہے۔

چنانچہ اس امن سے اہلِ مکّہ نے پُورا فائدہ اُٹھایا۔

فتفرق الناس الی دورھم والی المسجد (ابوداؤد جلد ۲ ص ۱۷)

جب رن پڑا تو لوگ پناہ لینے کے لیے مسجد میں اور اپنے اپنے گھروں میں گھس گئے۔

تمام سردارانِ قریش نے خانہ کعبہ کے دامن میں پناہ لی تھی۔

(ابوداؤد جلد ۲ ص ۱۷)

حضرت ام ہانی رضؓ نے ایک مشرک کو پناہ دی اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اس کا تذکرہ کیا آپؐ نے فرمایا کہ کسی ایک شخص کی تخصیص نہیں، تم نے جس کسی کو بھی پناہ دی ہے وہ ہمارے امان میں داخل ہوگیا۔

غرض آپؐ کے عفو و کرم نے تمام مکّہ کو اپنے دامن میں چھپا لیا اور عین حالتِ جنگ میں بھی کسی نے کسی کے مال واسباب کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ ابوداؤد میں ہے۔

عن وھب قال سالت جابر اھل غنموا یوم الفتح شیأً

(جلد: ۲، ص: ۲۴)

وہب کہتے ہیں کہ میں نے جابرؓ سے پوچھا کہ کیا صحابہؓ نے فتح مکہ کے دن کوئی چیز بطور مالِ غنیمت لوٹی تھی؟ اُنھوں نے کہا "نہیں"

البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دستِ مبارک سے عرب کی تمام یادگارہائے ضلالت کو برباد کردیا

دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ یوم الفتح وحول البیت ستون وثلث مائۃ نصب فجعل یطعنھا بعود فی یدہ ویقول جاء الحق وزھق الباطل　(ابوداؤد جلد: ۲، ص۷۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بُت نصب تھے آپ ایک لکڑی یعنی کمان سے اُن کو ٹھکراتے جاتے اور یہ آیت پڑھتے جاتے کہ حق آیا اور باطل کو شکست ہوئی

لما قدم مکۃ ابی ان یدخل البیت وفیہ آلھۃ فامر بھا فاخرجت فاخرج صورۃ ابراھیم واسماعیل وفی ایدیھما الازلام فقال قاتلھم اللہ لقد علموا ما استقسما بھما قط ثم دخل البیت فکبر فی نواحی البیت　(بخاری جز ۵ ص۱۴۸)

جب آپؐ مکہ میں آئے تو خانہ کعبہ میں اس وقت تک داخل ہونا گوارا نہیں کیا جب تک کہ اس میں بُت موجود تھے آپؐ کے حکم سے وہ نکالے گئے تو ان میں حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہ السلام کے مجسّمے بھی تھے اور اُن کے ہاتھوں میں جوئے کے تیر تھما دیے گئے تھے۔ آپؐ نے ان کو دیکھ کر کہا خُدا کفّار کو ہلاک کرے وہ خوب جانتے تھے کہ ان دونوں پیغمبروں نے کبھی جوا نہیں کھیلا۔

پھر آپؐ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور اس کے تمام گوشوں میں تکبیر کا نعرہ بلند فرمایا۔

امن وامان کے بعد صرف ایک شخص قتل کیا گیا۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

جاء رجل فقال ابن خطل متعلق باستار الکعبۃ فقال اقتلہ　(بخاری)

ایک شخص نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خبر کی کہ ابن خطل خانہ کعبہ کے پردوں کو
تھام کر کھڑا ہے، آپؐ نے فرمایا" اس کو قتل کر دو۔"

لیکن اہلِ سیر نے چند اشخاص کے نام اور بتاتے ہیں۔ ابوداؤد میں جو روایتیں ہیں جن سے اہلِ سیر کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے لیکن ان میں ایک روایت کے متعلق خود ابوداؤد نے لکھ دیا ہے کہ یہ میرے حسب دل خواہ نہیں ہے۔ (ابوداؤد جلد ۲ ص۹)

نتائج مستنبط

مجموعی طور پر ان سادہ واقعات سے حسبِ ذیل نتائج مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا معمول تھا کہ رات کو کسی قوم پر حملہ نہیں کرتے تھے، اس لیے خیبر میں رات کو اسلامی فوجوں کا داخلہ نہیں ہو، حالانکہ عموماً تمام فوجیں شب خون کے لیے موقعہ تلاش کرتی رہتی ہیں۔

(۲) صحابہؓ نے خیبر میں غارت گری کی لیکن آپؐ کو خبر ہوئی تو آپؐ نے نہایت سختی کے ساتھ تنبیہہ فرمائی، اور متعدّد چیزوں کو حرام کر دیا۔ (۳) یہود خیبر کے ساتھ نہایت نرم شرائط پر انھی کی خواہش کے مطابق معاہدۂ صلح کیا گیا اور اس عدل و انصاف کے ساتھ اسکی پابندی کی گئی، کہ خود ان لوگوں نے اس کا مداحانہ اعتراف کیا، حالانکہ اب عموماً محاصرے کے ذریعہ سے صلح پر مجبور کیا جاتا ہے اور اس مجبورانہ صلح کا انعقاد ہمیشہ فاتح کی خواہش کے مطابق ہوتا ہے۔ (۴) قریش کو فتح مکّہ کی تیّاری کی خبر دینے پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حاطب ابن بلتعہ کو بالکل معاف کر دیا، حالانکہ موجودہ قوانین جنگ کی رو سے ایسے شخص کو گولی مار دی جاتی ہے۔ (۵) سعد بن عبادہ نے فخریہ یا طنزاً ابوسفیان کو خانہ کعبہ کی بے حرمتی کی دھمکی دی تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی تردید فرمائی۔ (۶) فتح مکّہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے امان عام دے دی اور اس امان سے تمام سرداران قریش نے فائدہ اُٹھایا حالانکہ یہ لوگ اسلام کے اصلی دُشمن تھے۔ (۷) مکّہ میں صحابہؓ نے کسی چیز کو نہیں لوٹا۔ (۸) امان کے بعد صرف ایک شخص قتل کیا گیا جو واجب القصاص تھا، بقیہ اشخاص کے قتل کی روایت مشتبہ ہے۔ دُنیا کی قدیم و جدید تاریخ آپ کے سامنے ہے، آپ اسلامی فوج کے ساتھ اگر اُن کے داخلہ کا موازنہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ دُنیا کی پوری تاریخ اس قسم کے فیاضانہ داخلہ کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ (الہلال جلد پنجم ۱۹۱۳ء)

❁

(قسط: ۱)

بسم اللہ کی اہمیت

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ جتنے بھی اہم کام ہیں شریعتِ اسلام نے ان کے سلسلہ میں فرمایا ہے کہ بسم اللہ سے ابتداء کی جائے جیسا کہ حدیث میں ہے

"کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَأْ بِبِسْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَھُوَ اَقْطَعُ"

اور بعض روایات میں ہے کہ

"کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَأْ بِبِسْمِ اللّٰہِ تعالٰی فَھُوَ اَبْتَرُ"

اور بعض میں یہ بھی ہے۔

"کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَأْ بِاسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَھُوَ اَبْتَرُ"

یہ مختلف صیغے احادیث میں آتے ہیں۔ بعض نے اس کا یہ مطلب سمجھا کہ ذکر اللہ سے ابتداء ہونی چاہیے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہو یا کوئی اور ذکر ہو۔ غرض اللہ کے نام سے ابتداء ہو تو وہ کام بابرکت ہوگا۔ لیکن جب روایات میں بسم کی صراحت موجود ہے تو بسم اللہ کی تخصیص زیادہ اولیٰ ہوگی۔ بات تو یہی ہے کہ کوئی اہم کام جو زندگی میں اہم سمجھا جاتا ہے وہ بسم اللہ کے بغیر نہ ہونا چاہیے۔ عملی صورت شریعت نے اس کی مختلف پیش کی ہے۔ مثلاً حدیث میں ہے کہ جس کھانے کی ابتداء بسم اللہ سے کی جائے اور اُس کی انتہاء الحمد للہ حمداً کثیراً پر ہو غُفِرلہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ یعنی اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں خواہ وہ کبیرہ کیوں نہ ہو۔ بہرحال مغفرت کا وعدہ ہے بسم اللہ کی فضیلت

کے لیے صرف یہی ایک حدیث بہت کافی ہے۔ کھانا کھانے، لباس پہننے کے وقت اسی طرح ہر کام شروع کرنے کے وقت شریعت کا یہی حکم ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر شروع کرو۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی دوسری دُعائیں حدیث شریف میں آئی ہیں جن کے پڑھنے کا حکم حدیث شریف میں آیا ہے۔ مثلاً کوئی گھر سے باہر نکلے تو اس کو حکم ہے کہ یہ دُعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ آمَنَّا وَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ كُلِّ عَمَلٍ يُّخْزِيْنِیْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ كُلِّ صَاحِبٍ يُّؤْذِيْنِیْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ كُلِّ اَمَلٍ يُّلْهِيْنِیْ۔ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ كُلِّ فَقْرٍ يُّنْسِيْنِیْ۔ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ كُلِّ غِنًى يُّطْغِيْنِیْ

(اللہ ہی کے نام سے نکلتا ہوں اسی پر ایمان لاتا ہوں اور اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ کوئی بُرائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت نہیں رکھتا مگر اللہ کی توفیق و مدد سے۔ اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں ہر ایسی اُمید سے جو مجھے برباد کر دے اور پناہ چاہتا ہوں تیری ہر ایسے فقر سے جو مجھے بھلا دے اور پناہ چاہتا ہوں تیری ہر ایسی مالداری سے جو مجھے سرکش بنا دے)

كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ يُبْدَأْ بِبِسْمِ اللّٰهِ ایک اُصول ہے۔ اس اُصول کے تحت امر یہ ہے کہ گھر سے باہر نکلو تو بسم اللہ پڑھو۔ جب ان اُمور میں بھی بسم کا حکم ہے تو ظاہر بات ہے جو کام ضروری اور اہم ہوں گے ان میں بسم اللہ سے شروع کرنا اولیٰ ہوگا اور اس کے بغیر برکت نہیں ہوگی اس لیے فھو اقطع فرمایا گیا کہ یہ کام مقطوع البرکت ہو جائے گا۔ اس پہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض لوگ بسم اللہ نہیں پڑھتے اور کام ہو جاتا ہے۔ تو اُن کو سمجھ لینا چاہیے کہ ایک ہے دنیوی کاموں کی تکمیل۔ یہ بسم اللہ پر موقوف نہیں ہے اور ایک ہے آخرت کی برکت تو عند اللہ اس کا مقبول ہونا اور اس پر ثواب ملنا یہ بغیر بسم اللہ کے نہیں ہے۔ شریعت کا موضوع اوّلاً آخرت کے لیے کام کرنا ہے باقی دنیوی معاملات تو اس کے تابع ہیں۔ لہٰذا اگر دنیوی کام بغیر بسم اللہ کے مکمل ہو جائے تو ضروری نہیں ہے کہ آخرت میں وہ مقبول بھی ہو جائے اور اس پہ اس کو اجر و ثواب بھی ملے جیسے بعض افعال حسی ایسے ہیں کہ بغیر بسم کے اگر وہ کیے جائیں تو شریعت نے ان پر بھی ثمرات مرتّب

کیے ہیں لیکن وہ ثواب کا مستحق بھی بنے یہ ضروری نہیں ہے۔ مثلاً ایک شخص نے بلانیت کے وضو کرلیا تو وہ مفتاح صلوٰۃ بن جائے گا اور نماز ہوجائے گی لیکن وضو کے عمل پر جس خیر و برکت کا شریعت نے وعدہ کیا ہے وہ اس کو نہیں ملے گا۔ ایک تو ہے دُنیا میں کسی کام کا مفتاح بن جانا اور کام ہو جانا، اور ایک ہے عنداللہ قبول ہونا۔ تو شریعت کا مقصد یہ ہے کہ وہ عنداللہ مقبول بنے۔ دنیا میں اگر کامیابی ہو جائے تو ہو جائے مگر آخرت کی کامیابی بغیر بسم اللہ کے نہیں ہوگی تو یہاں فھو اقطع کا معنی مقطوع البرکت کے ہیں مقطوع الثمرہ کے نہیں ہیں کہ کوئی ثمرہ ہی مرتّب نہ ہو بلکہ کبھی ثمرات بھی مرتّب ہوجاتے ہیں جیسے بغیر نیت کے وضو کا مفتاح صلوٰۃ بن جانا یا غُسل جنابت کا بلانیت کے نماز کے لیے مفتاح بن جانا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیوی عمل پر ثمرہ مرتّب فرمایا ہے لیکن وضو اور غُسل کا جو ثواب ہے وہ مرتب نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے لیے نیت شرط ہے۔ اس سے دھوکا نہ کھایا جائے کہ بہت سے ہمارے کام بغیر بسم اللہ کے ہو جاتے ہیں وہ کام دُنیا کی حیثیت سے ہیں۔ آخرت میں ان پہ کوئی ثمر مرتّب نہ ہوگا۔

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم کے فضائل

بعض عُلماء فرماتے ہیں کہ پُورے قرآن کریم کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں ہے اور پُوری سورہ فاتحہ کا خلاصہ (نچوڑ) بسم اللہ الرّحمٰن الرحیم میں ہے، گویا بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم نے پُورے قرآن کریم کو اپنے اندر سمولیا ہے۔

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم اُتری تو بادل مشرق کی طرف ہٹ گئے۔ ہوا رُک گئی۔ دریا پُرسکون ہوگیا۔ جانوروں نے کان لگا لیے، شیطان پہ آسمان سے آگ کے انگارے برسے، اور حق تعالیٰ نے اپنی عزّت کی قسم کھا کر فرمایا کہ جس چیز پر میرا یہ نام بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم لیا جائے گا اس میں ضرور برکت ہوگی۔
(درمنثور ص: ۹، ج: ۱۔ تفسیر ابن کثیر، ص: ۲۲، ج: ۱)

حدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پہ جب جبرئیل علیہ السّلام وحی لے کر آتے تھے تو سب سے پہلے بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم سے شروع فرماتے تھے۔
(درمنثور ص: ۷، ج: ۱)

اس لیے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحم میں اللہ تعالیٰ کے تین نام ہیں (۱) "اللہ" جو اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام

ہے۔(۲) "رحمٰن" (۳) "رحیم" یہ اللہ تعالیٰ کے دو صفاتی نام ہیں۔
لفظ "اللہ" ہر کام کے حاصل ہونے (اور شروع ہونے) پر دلالت کرتا ہے اور لفظ "رحمٰن" اس کام کے باقی رہنے پر دلالت کرتا ہے اور لفظ "رحیم" اس کا فائدہ حاصل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔
معلوم ہُوا کہ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم تمام کاموں پر اللہ کی مہر ہے کہ جو کام بھی بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم سے شروع کیا جائے گا اس کام میں شروع سے آخر تک برکت ہوگی۔ اسی لیے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہر کام کے شروع میں بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم پڑھتے تھے
حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ جو کام بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم کے بغیر شروع کیا جائیگا وہ ادھورا رہے گا یعنی اس کام میں خیر و برکت نہیں ہوگی۔ایک حدیث شریف میں ہے کہ گھر کا دروازہ بند کرو یا چراغ (لائٹ) بجھاؤ تب بسم اللہ پڑھو، کھانے سے پہلے، پانی پینے سے پہلے، سواری پر سوار ہونے کے وقت، سواری سے اُترنے کے وقت بسم اللہ پڑھو۔ بسم اللہ پڑھنے کی تاکید حدیثوں میں بہت زیادہ آئی ہے۔ (معارف القرآن)
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ایک ایسی برکت والی دُعا ہے جو مٹّی کو بھی سونا بنا دیتی ہے۔

اسلام کی خُوبی

اسلام ایک آسان اور بہترین شریعت ہے اس میں محنت کم اور مزدوری زیادہ عمل کم اور ثواب زیادہ ہے۔
اسلام نے ایک کیمیا اور عمدہ نسخہ بتایا ہے کہ اس سے دُنیا کا کام بھی دین بن جاتا ہے اور دُنیا کے کاموں میں مشغول رہتے ہُوئے بھی اللہ کی بندگی اور عبادت کرنے والوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔اس لیے اسلام اور رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایسی بہت سی چھوٹی چھوٹی مگر نفع سے بھرپُور دُعائیں بتائی ہیں کہ اُن کے پڑھنے سے دُنیا کا کوئی کام نہیں اٹکتا ہے نہ بگڑتا ہے اور اُن کے پڑھنے پر کوئی محنت نہیں پڑتی۔
اس لیے بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم پڑھ کر ہر کام کے کرنے کی ہدایت دی ہے تاکہ قدم قدم پر مسلمان

کی زندگی کا رُخ اللہ کی طرف پھر جائے اور ہر لمحہ اپنی وفاداری کا ثبوت پیش کرتا رہے گویا (زبانِ حال سے) یہ کہتا ہے کہ میرا چھوٹا بڑا ہر کام اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتا ہے۔

اس طرح انسان کی ہر نقل وحرکت اس کی معاشرتی زندگی اور دُنیا کے کام بھی بسم اللہ کی برکت سے عبادت بن گئے اور ساتھ ہی ساتھ شیطان سے دُور ہو کر رحمٰن کے ساتھ ہو گیا، اندازہ لگائیے کہ بسم اللہ پڑھنے کے کتنے فائدے ہیں کہ دُنیا کے ہر کام بھی عبادت بن گئے۔ اُن کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بسم اللہ کی بہت سی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔ اب ہم اس سے فائدہ نہ اُٹھائیں تو ہم سے زیادہ محروم کون ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ لوگ قرآن پاک کی ایک آیت سے غافل اور بے خبر ہیں جو میرے اور سلیمان بن داؤد (علیہما السلام) کے علاوہ کسی پر نازل نہیں ہوئی اور وہ آیت بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ہے۔

(درمنثور، ص: ۲۰، ج: ۱)

اللہ تعالیٰ کو تین ہزار ناموں سے یاد کرنا

علّامہ سیّد اسماعیل حقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تین ہزار نام ہیں۔ ایک ہزار نام فرشتوں کو بتائے اور ایک ہزار نام انبیاء علیہم السّلام کو بتائے ہیں۔ تین سو نام تورات میں نازل کیے ہیں اور تین سو نام زبور میں نازل کیے ہیں اور تین سو نام انجیل میں نازل کیے اور ننانوے نام قرآن کریم میں نازل فرمائے ہیں اور ایک نام اپنے پاس محفوظ رکھا ہے وہ کسی کو نہیں بتایا ہے۔ پھر ان تمام ناموں کے معنی کو بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم کے تین لفظوں اللہ۔ رحمٰن رحیم میں سمو دیا ہے تو جس شخص نے بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم پڑھا اس نے اللہ تعالیٰ کو تین ہزار ناموں کے ساتھ یاد کر لیا۔ (تفسیر روح البیان)

اولاد کو بسم اللہ سکھانا والدین کی بخشش اور نجات کا ذریعہ

ابن عبّاس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جیسے ہی اُستاذ نے بچّہ کو کہا کہ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم پڑھ تو اُستاذ، بچّہ اور ماں باپ سب کو جہنّم سے آزاد لکھ دیا جاتا ہے۔ (درمنثور، ص: ۹، ج: ۱)

مغفرت کا ایک واقعہ

ایک مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام ایک قبر پہ سے گزرے تو دیکھا کہ قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے کچھ دنوں بعد پھر اس قبر کے پاس سے گزرے تو قبر کا عذاب اس سے اُٹھا لیا گیا تھا اور وہ بڑے آرام و راحت سے تھا۔ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو تعجّب ہُوا تو حق تعالیٰ سے پُوچھا کہ کریم آقا! آپ نے اس بندہ پر کس عمل کی وجہ سے رحم فرما کر عذاب اُٹھا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسٰی! جب بندہ کا انتقال ہُوا تو اُس کا ایک چھوٹا بچّہ تھا جب اس کی ماں اس بچّہ کو مدرسہ لے گئی اور بچّہ نے اُستاذ کے سامنے بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم پڑھا تو میری شان کے لائق نہیں کہ اُس کا بچّہ دُنیا میں مجھے رحمٰن اور رحیم کہے اور مَیں اس کو عذاب دوں۔ اس وجہ سے مَیں نے اس پر سے عذاب اُٹھا دیا۔

(فضائل بسم اللہ ص: ۱۶)

عذاب سے چھٹکارے کا ذریعہ

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم میں ۱۹ حروف ہیں اور دوزخ کے فرشتے بھی ۱۹ ہیں جو شخص بسم اللہ پڑھے گا تو قیامت کے دن جہنّم کے ۱۹ فرشتوں سے محفوظ رہے گا۔ (تفسیر قرطبی، درمنثور، ص: ۹، ج: ۱)

بسم اللہ کی وجہ سے آخرت کے درجات

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس دُعا کے شروع میں بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم پڑھی جاتی ہے وہ رَد نہیں ہوتی۔ قیامت کے دن میری اُمّت کی بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم پڑھنے کی وجہ سے نیکیاں بھاری ہوجائیں گی دوسری قومیں کہیں گی کہ اُمّت محمدیہ کی نیکیاں کیوں بھاری ہیں، اُن کے انبیاء فرمائیں گے کہ اُمّت محمدیہ کے کلام کے شروع میں اللہ کے ایسے عزّت والے نام ہیں کہ اگر ایک پلڑے میں اُن کو رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں ساری مخلوق کے گناہ رکھ دیے جائیں تو نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو ہر بیماری کے لیے شفاء، ہر مفلسی کے

لیے دولت اور دوزخ سے پردہ زمین میں دھنسنے، صورتیں بگڑنے اور سنگ باری سے محفوظ رہنے کا ذریعہ بنایا ہے جب تک لوگ اس کی تلاوت پر کار بند رہیں گے۔ (غنیۃ الطالبین۔ص: ۱۵۷)

ایک حدیث قدسی

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام قسم کھا کر یہ حدیث بیان فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حضرت میکائیل علیہ السّلام قسم کھا کر بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام اسی طرح قسم کھا کر بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اسرافیل! میں اپنی عزّت اور بخشش وجلال وکرم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو شخص بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم (کی میم) کو سورہ فاتحہ کے ساتھ ملا کر ایک مرتبہ بھی پڑھ لے تو تم گواہ رہو کہ میں اس کی زبان کو نہیں جلاؤں گا اور اس کو جہنّم اور قبر کے عذاب سے پناہ دوں گا اور قیامت کے عذاب سے بچالوں گا (روح البیان)

یہی بات شیخ اکبر نے اپنی کتاب فتوحات میں لکھی ہے کہ جب تم سورہ فاتحہ پڑھو تب ایک ہی سانس میں بسم اللہ کے ساتھ سورہ فاتحہ ملا کر پڑھو۔ (فضائل بسم اللہ ص۱۵)

وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا فائدہ

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے وضو کرنے سے پہلے بسم نہیں پڑھی تو اُس کا وضو (کامل) نہیں ہوا۔ (ترمذی شریف ص: ۶ ج: ۱)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص وضو کرنے سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتا اس سے اس کے صرف اعضاءِ وضو کے گناہ دھلیں گے اور جو شخص بسم اللہ پڑھ کر وضو کرے گا اس کے پورے جسم کے گناہ معاف ہوجائیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا

کہ بسم اللہ پڑھو اور داہنے ہاتھ سے اپنے آگے سے کھاؤ۔ (بخاری ومسلم و ترمذی ص : ۷، ج : ۱)

جو شخص بسم اللہ پڑھے بغیر کھانا شروع کر دیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ہاتھ پکڑ لیا کرتے اور اس کو بسم اللہ پڑھنے کے لیے تاکید فرماتے۔ (زاد المعاد ۔ اسوۂ رسول اکرم، ص : ۱۳۱)

علماءِ اُمّت نے لکھا کہ بسم اللہ زور سے پڑھنا اولیٰ ہے تاکہ دوسرے ساتھی کو اگر خیال نہ رہے تو یاد آجائے۔ (خصائل نبوی)

جس نعمت کے اوّل میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ ہو اس نعمت سے قیامت میں سوال نہ ہوگا۔
(ابن حبان اسوہ رسول اکرم ص۱۳۱)

کھانے میں برکت

بسم اللہ پڑھنے سے کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے اتنے میں ایک دیہات (گاؤں) کا رہنے والا شخص آیا اور اس نے دو لقمے میں ہی سارا کھانا صاف کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ شخص بسم اللہ پڑھ کر کھاتا تو یہ کھانا سب کے لیے کافی ہو جاتا اور ارشاد فرمایا کہ بے شک بسم اللہ بھول جائے تو جب یاد آجائے بِسمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ پڑھنا چاہیے تو شیطان کے پیٹ سے وہ تمام کھانا نکل جائے گا۔ یعنی کھانے میں پھر برکت آجائے گی۔ (ابوداؤد، حجۃ اللہ البالغہ)

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مَیں کھانا کھاتا ہوں مگر پیٹ نہیں بھرتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید کھانے سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتے ہوگے اس نے اقرار کیا تو فرمایا کہ بسم اللہ نہ پڑھنے سے تمہارا پیٹ نہیں بھرتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ اچانک آپ کے پاس ایک لگن (کھانے کا بڑا برتن) لاکر رکھا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنا ہاتھ روکے رکھا اور ہم سب نے بھی اپنا ہاتھ روکے رکھا اور ہم کھانے پر اپنا ہاتھ جب ہی رکھتے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دستِ مبارک رکھتے اتنے میں ایک دیہاتی شخص آیا جیسے کوئی اسے دھکا دے رہا ہو اور آتے ہی اس نے اس لگن میں کھانے کے لیے ہاتھ رکھ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا اتنے میں ایک لڑکی آئی جیسے کوئی دھکا دے رہا ہو۔ وہ چاہتی تھی کہ اپنا ہاتھ کھانے میں ڈال

دے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر فرمایا کہ شیطان لوگوں کے کھانے کو اپنے لیے حلال کر لیتا ہے جب اس پر اللہ کا نام نہیں پڑھا جاتا ہے۔ شیطان نے جب دیکھا کہ ہم نے اس کھانے سے ہاتھ روک لیا ہے تو ہمارے پاس اس کو لایا تاکہ اس کے ذریعہ سے کھانے کو حلال کرے پس قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک شیطان کا ہاتھ میرے ہاتھ میں اس لڑکی کے ہاتھ کے ساتھ ہے۔ (حیاۃ الصحابہ حصہ ہفتم صہ ۲۸۷)

کپڑے اُتارتے وقت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی آدمی پیشاب پاخانہ یا غُسل کے لیے یا اپنی عورت سے صحبت کرنے کے لیے اپنے کپڑے اُتارتا ہے تو شیطان (اور جن) اس میں خلل ڈالتا ہے اور اس کی شرم گاہ سے کھیلتا ہے لیکن اگر بسم اللہ پڑھ کر کپڑے اُتارے تو چاہے مرد ہو یا عورت، شیطان یا جن سب سے اس کی آڑ اور حفاظت ہو جاتی ہے۔ (ترمذی صے جلد: ۱)

عمل الیوم واللیلہ لابن السنّی میں کپڑے اُتارنے کے وقت کی یہ دُعا لکھی ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔

گھر سے نکلتے وقت شیطان سے حفاظت

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص گھر سے نکلتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے کہا جاتا ہے کہ تیری حفاظت مَیں نے کر لی اور تجھے تیرے دُشمن شیطان سے بچا لیا۔ (تو اس کے پڑھنے سے شیطان بھی الگ ہو جاتا ہے۔

(ترمذی صہ ۱۸۰، ج: ۲)

گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا فائدہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص بسم پڑھ کر گھر میں داخل ہو اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ یہاں سے نکل چلو یہاں نہ کھانے کو ملے گا

نہ سونے کی جگہ اور جب بسم اللہ نہیں پڑھتا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ یہاں کھانے کو مل جائے گا اور سونے کی جگہ بھی مل جائے گی۔ (مُسلم ابوداؤد)

بچّہ کے پیدا ہوتے ہی شیطان سے حفاظت

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا پڑھے اور اس صُحبت سے اللہ تعالیٰ بچّہ عطا کرے تو شیطان اُس کو تکلیف نہیں پہنچا سکتا ہے۔ (بخاری شریف ص: ۲۶، ج: ۱)

ہر دُعا سے پہلے

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس دُعا کے شروع میں بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم پڑھی جائے وہ دُعا رد نہیں کی جاتی ہے۔ (غنیۃ الطالبین، ص: ۱۰۷)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اپنے جسم کے درد کی شکایت کی تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس جگہ درد ہو وہاں ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ بسم اللہ پڑھے اور ۷ مرتبہ یہ دُعا پڑھے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَ اُحَاذِرُ

(مَیں اللہ تعالیٰ کی عزّت اور قدرت اور غلبہ کی پناہ چاہتا ہوں اس چیز کے شر سے جس کو میں پاتا ہوں اور جس سے ڈرتا ہوں۔)

اُنھوں نے اس پر عمل کیا تو جسم کا درد ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔

حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بسم اللہ ہر بیماری سے شفا دینے والی اور ہر درد کا علاج ہے (فضائل بسم اللہ، ص: ۱۰)

حافظ نور محمدؒ انور

جانشانِ رسولؐ و غازیانِ اسلام

دوستو مجھ سے سنو ان غازیوں کی داستاں
دینِ قیّم پر فدا کر دی جنھوں نے اپنی جاں

مصطفٰے کے دین کے وہ عمر بھر ناشر رہے
صحبتِ محبوبِ حق میں روز و شب حاضر رہے

اوّلیں ہے حضرتِ صدیقؓ کا اُن میں شمار
جن کے دم سے آگئی باغِ رسالت میں بہار

بعد اُن کے ہیں عمر فاروق اعظمؓ باکمال
سطوتِ ایران و روما کی جنھوں نے پائمال

بعد از فاروق اعظمؓ حضرتِ عثمانؓ ہیں
پیکرِ حلم و حیا ہیں ناشرِ قرآن ہیں

پھر علی المرتضیٰؓ شیرِ خدا ہیں لافتیٰ
لشکرِ باطل پہ جو غالب رہے در وغا!

مصدرِ رشد و ہدیٰ ہیں جانشینانِ رسولؐ
ان کے دم سے دینِ حق کے ہوگئے محکم اصول

اُلفت و اخلاص باہم دائمی اُن میں رہا
آبروئے دین پر اپنا دیا سب کچھ لٹا

خالدؓ و جرار حمزہؓ اور حسینؓ ابن علیؓ
بوذرؓ و سلمانؓ و طلحہؓ جملہ اصحابِ نبیؐ

پیکرِ صدق و صفا تھے مخزنِ اسرار تھے
اللہ اللہ وہ اشداء علی الکفار تھے

درحقیقت اُن کے دم سے دین کی عظمت بڑھی
ان کے رعب و داب سے سب قوتِ باطل مٹی

نام دُنیا میں رہے انور نہ کیوں ان کا مُدام
عشقِ احمدؐ ہوئی ہے زندگی ان کی تمام!

موت العالِم موت العالَم

عالمِ اسلام کی مشہور شخصیت مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی گزشتہ ماہ ۲۲ رمضان المبارک ۳۱ ردسمبر کو اپنے آبائی گاؤں تکیہ ضلع رائے بریلی میں ۸۵ برس کی عمر پاکر رحلت فرما گئے۔ اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا اپنی شخصیّت کے اعتبار سے عالم اسلام کی متاعِ گراں قدر تھے آپ کی دینی اور ملّی خدمات سے پُورا عالمِ اسلام فیض یاب ہو رہا تھا اپنی تمام تر" تقلّب بلادی کے باوجود آپ "مجسم زہد" تھے۔ عربی، اُردو، فارسی ادب پر آپ کو کامل عبور تھا۔ اُردو، عربی کی کثیر تصانیف آپ کے لیے سرمایہ آخرت ہیں۔ آپ عرب وعجم کے لیے یکساں قابلِ احترام تھے۔ آپ کی رحلت سے پیدا ہونے والا خلاء پُر ہوتا نظر نہیں آتا۔ اللہ قادرِ مطلق آپ کا بدل پیدا فرما کر اُمّت کے احساسِ محرومی کا مداوا فرمائے۔

۸۵ء ۸۶ء میں حضرت اقدسؒ جب پاکستان تشریف لائے تھے تو حضرت اقدس والد گرامی نور اللہ مرقدہ نے معذرت کے ساتھ راقم کے ذریعہ کہلایا کہ " مَیں ایک عرصہ سے جامعہ سے باہر کہیں نہیں آتا جاتا اور ملاقات کا بھی اشتیاق ہے کچھ ضروری اُمور بھی گوش گزار کرنے ہیں"۔ تو حضرت اقدسؒ نے بکمالِ مہربانی جامعہ تشریف لانے کے لیے وقت عنایت فرمایا اور دونوں بزرگ مختلف اُمور پر تنہائی میں دیر تک گفتگو فرماتے رہے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً اس سفر میں آپ کے ہمراہ مولانا محمد ثانی اور مولانا اسحاق جلیس صاحب بھی تھے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی مغفرت فرما کر جنّت الفردوس کو آپ کا مسکن بنائے، عمر بھر کی دینی اور ملّی خدمات کو قبول فرما کر اجرِ عظیم فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

جامعہ اشرفیہ کے مہتمم حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مدظلہم کی اہلیہ صاحبہ ۲ شوال کو مختصر علالت کے بعد انتقال فرماگئیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحومہ بہت نیک سیرت خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماکر آخرت کے بلند درجات نصیب فرمائے۔ حضرت مولانا اور دیگر پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

❁

ماہ رمضان میں حاجی لال دین صاحب مرحوم کی اہلیہ اور شیخ خالد صاحب اور شیخ عابد صاحب وبرادران کی والدۂ محترمہ انتقال فرماگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحومہ بہت نیک خاتون تھیں اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے

❁

مولانا قاری محمد اشرف صاحب بلوچ خطیب جامع مسجد مدینہ جھنگ صدر کے والد بزرگوار جناب الحاج محمد وریام خان صاحب ۲۱ رجب کو وفات پاگئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم بہت نیک اور علماء سے محبت رکھنے والوں میں تھے۔ حضرت پیرجی خورشید احمد صاحبؒ سے بیعت کا تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ قاری صاحب اور دیگر پسماندگان کو صبرِ جمیل اور مرحوم کو آخرت میں بلند درجات عطا فرمائے آمین قارئین کرام سے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

❁

جامعہ مدنیہ (جدید) کے رکنِ شوریٰ جناب ڈاکٹر سیّد افتخار الدّین صاحب کے برادرِ نسبتی جناب اقبال حمید صاحب گزشتہ ماہ ۱۳ جنوری کو اچانک دِل کا دَورہ پڑنے سے وفات پاگئے اِنَّا لِلّٰہِ اِنَّا اِلَیْہِ راجعون۔ مرحوم ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے تھے۔ بہت نیک دل افسر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرماکر پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ ادارہ اُن کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

جملہ مرحومین کے لیے جامعہ میں ایصالِ ثواب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

(قسط: ۱)

جنّت میں لے جانے والے کام

حکیم محمود احمد ظفر۔ سیالکوٹ

ویسے تو ہر نیکی جنّت میں لے جانے والی ہے اور ایک مومن سراپا خیر ہے۔ وہ جہاں بھی جاتا ہے نیک کام ہی کرتا ہے اور اسی وجہ سے قرآن حکیم میں یہ بتایا گیا ہے کہ جنّت متقین اور نیک لوگوں کے لیے بنائی گئی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث نبوی میں مومن کے بارے میں مثال دے کر فرمایا:

"مومن کی مثال کھجور کے درخت کی طرح ہے کہ تمہیں اس سے فائدہ ہی پہنچے گا۔"

(کشف الاستار ج:۱، ص:۳۱، مجمع الزوائد ج:۱، ص:۸۳)

لیکن احادیث نبویہ میں چند باتیں ایسی بیان کی گئی ہیں جو آدمی کو جنّت میں لے جانے والی ہیں۔ وہ باتیں اتنی مشکل بھی نہیں، لیکن ان کی عادت ڈالنا مشکل ہے۔ جب اِن کی عادت ڈال لی جائے تو پھر ان کے مطابق یا اُن پر عمل آسان ہو جاتا ہے اور جب اِن باتوں پر عمل ہو گا تو آدمی جنّت کے داخلے کا مستحق ہو گا اور اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو گی۔ ان میں سے چند ایک خصلتیں حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ اس سلسلہ میں پہلی بات یہ ہے جس کو سیّدنا ابو ہریرہؓ یوں روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جنّت میں ایک شخص کو مزے کرتے ہوئے دیکھا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ اس نے راستہ سے ایک ایسے درخت کو کاٹ دیا تھا جو مسلمانوں کو ایذا اور تکلیف پہنچاتا تھا۔ (مسلم ج:۴، ص:۲۰۲۱، باب فضل ازالۃ الاذیٰ عن الطریق)

اسی سلسلہ میں سیدنا معقل بن یسار سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص نے مسلمانوں کے راستہ اور گزرگاہ سے تکلیف دہ شے کو ہٹا دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھ دیتے ہیں اور جس شخص کی ایک بھی نیکی قبول ہو گئی وہ جنّت

میں داخل ہوگیا۔ (رواہ السیوطی فی جامع الصغیر)

اسلام سلامتی کا دین ہے۔ وہ ہر شخص کو امن و سلامتی میں رکھنا چاہتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص کسی کو کوئی تکلیف دے یا کسی مسلمان یا انسان کو کوئی تکلیف پہنچے۔ اس لیے یہ بشارت دی گئی کہ ہر شخص کو جو اسلام کا اقرار کرتا ہے راستہ میں سے ہر اُس شے کو ہٹا دینا چاہیے جو کسی دوسرے شخص کے لیے تکلیف و ایذا کا باعث بنے

تکلیف دہ شی سے مُراد ہر وہ شی ہے جو لوگوں کے لیے باعثِ اذیّت ہو خواہ وہ گندگی یا کوئی اینٹ پتّھر ہو یا پھر کوئی درخت وغیرہ۔ ان تمام اشیاء کو راستہ سے ہٹا دینا جنّت میں داخلہ کا باعث ہوتا ہے۔

اسی سلسلہ میں ایک اور حدیث سیّدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ایک درخت سے مُسلمانوں کو تکلیف پہنچتی تھی۔ ایک شخص نے اسے لوگوں کی تکلیف کے ازالہ کے لیے ــــ کاٹ ڈالا اور اس وجہ سے وہ جنّت میں داخل ہوگیا۔ (مسلم جلد ۴ ص: ۲۰۲۱)

اسی مضمون کی ایک اور حدیث یُوں ہے کہ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: کہ ایک شخص چل رہا تھا اُس نے ایک کانٹے دار درخت کی ٹہنی جھکی ہُوئی دیکھی تو اُسے ایک طرف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے بدلہ میں اس کی مغفرت فرمادی۔ (مسلم جلد ۴ ص: ۲۰۲۱)

اس مضمون کی احادیث سنن ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۱۴ باب اماطۃ الاذی عن الطریق میں بھی ہیں۔

سیّدنا ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمّت کے اچھے اور بُرے سب اعمال مجھ پر پیش کیے گئے۔ ان کے اچھے اعمال میں سے میں نے راستے سے موجود تکلیف دہ شی کو ہٹانے کو پایا . . . اور بُرے کاموں میں سے مسجد میں اس طرح تھوکنے کو پایا جسے دبا نہ دیا جائے۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۹۰)

عُلماء نے لکھا ہے کہ حلق یا ناک کی ریزش مسجد میں نہ پھینکنی چاہیے۔ البتّہ اگر مسجد کچی ہو تو اس میں گڑھا کھود کر اس میں تھوک کو دبا دیا جائے۔

۲۔ اس بارہ میں دوسری بات پیاسے جانور کو پانی پلانا ہے۔ یہ بھی بہت بڑا کار ثواب ہے اور سیدھا جنّت میں لے جانے والا عمل ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کہیں جا رہا تھا۔ اسے سخت پیاس لگی۔ اس نے ایک

کنواں دیکھا۔ وہ اس میں اُتر گیا اور پانی پی کر باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کُتّا پیاس کی وجہ سے اپنی زبان باہر نکالے ہُوئے ہے۔ وہ پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی کھا رہا تھا۔ اس شخص نے دل میں کہا جس طرح پیاس نے مجھے تکلیف دی تھی۔ اسی طرح اس کُتّے کو بھی تکلیف ہو رہی ہوگی، چنانچہ وہ پھر کنویں میں اُترا اور اپنا چمڑے کا موزہ پانی سے بھر کر اپنے مُنہ میں تھاما اور کنویں سے باہر آیا اور اس طرح اس کُتّے کو پانی پلا دیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ چنانچہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی اور وہ جنّت میں داخل کر دیا گیا۔

(مسلم، ج: ۴، ص: ۱۷۶۱)

اور مُسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اس دوران ایک کُتّا ایک کنویں کے اِرد گرد چکر لگا رہا تھا اور پیاس کی وجہ سے مرا جا رہا تھا کہ بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت نے اسے دیکھ لیا اور اس نے اپنے چمڑے کا ایک موزہ اُتارا اور اس سے کنویں سے پانی نکال کر اسے پلادیا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی۔ یہ بات سُن کر صحابہ کرام رضؓ نے پُوچھا: یارسول اللہ! کیا چوپایوں کے ساتھ حسن سلوک سے بھی ہمیں اجر و ثواب ملتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ہر جگر رکھنے والی چیز کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے پر اجر ملتا ہے۔ (مسلم ج: ۴، ص: ۱۷۶۱)

اس حدیث سے یہ معلوم ہُوا کہ جو شخص بھی کسی بلّی، کُتّے، بکری، گھوڑے یا کسی اور جانور پر رحم کھاتے ہُوئے اسے پانی یا چارہ دے گا۔ اسے اجر و ثواب سے نوازا جائے گا۔ البتّہ اس سے وہ جانور مستثنیٰ ہیں جن کو مارنے کا شریعت اسلامیہ میں حکم دیا گیا ہے۔ جیسے چیل، کوا، سانپ، بچھو، سور وغیرہ۔ ان کو پانی پلانا باعث ثواب نہیں بلکہ ان کو مارنا باعث ثواب ہے تاکہ یہ کسی دوسرے شخص کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اس میں گرگٹ بھی آتا ہے اسکو مارنا بھی حدیث میں باعث ثواب آیا ہے۔ سعدیؒ نے سچ کہا ہے۔

؎ نکوئی بابداں کردن چنان است	کہ بد کردن بجائے نیک مردان

۳- ان اعمال میں سے ایک عمل اپنے مُسلمان بھائی کی زیارت و ملاقات کرنا بھی ہے اس سلسلہ میں سرکار دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد سیّدنا ابوہریرہ رضؓ نے نقل فرمایا ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص نے اپنے دینی بھائی یعنی مُسلمان بھائی کی زیارت کا ارادہ کیا جو کسی دوسرے گاؤں میں رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بستی کے راستہ پر اپنا ایک فرشتہ اس کے انتظار میں بٹھا دیا چنانچہ جب وہ شخص اس فرشتہ کے پاس سے گزرا تو اُس نے پُوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ اس

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو اللہ کے لیے اپنے کسی بھائی کی زیارت اور ملاقات کرے مگر یہ کہ آسمان سے ایک فرشتہ اس کو آواز دیتا ہے کہ تم طیّب ہُوئے اور تمہارا چلنا تمہارے لیے مُبارک ہُوا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے حاملین کے سامنے فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری زیارت کی ہے اور اس کی میزبانی میرے ذمّہ ہے اور مَیں اپنے بندے کی میزبانی میں جنّت کے علاوہ کسی اور شئے پر خوش نہیں ہونگا۔

(المطالب العالیہ جلد: ۲، ص: ۴۰۶، رواہ البزار فی کشف الاستار ج: ۲، ص۳۸۸)

اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، مجمع الزوائد جلد ۸ ص

۴۔ ان میں سے ایک خصلت بیمار کی عیادت کرنا ہے۔ حدیث میں اس کا بہت بڑا اجر و ثواب آیا ہے چنانچہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے یا اپنے کسی ایسے بھائی کی زیارت کرتا ہے جس سے اس کو اللہ کے لیے محبّت ہو تو ایک پکارنے والا یہ آواز دیتا ہے کہ تم بہت اچھے ہو۔ تمہارا چلنا بھی مُبارک ہے اور تم نے جنّت میں اپنا ٹھکانہ بنالیا ہے۔"

(ترمذی جلد: ۴، ص: ۳۶۵ باب ماجاء فی زیارۃ الاخوان وقال حدیث حسن)

ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس کو یُوں روایت کیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بھائی کی زیارت یا عیادت کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں:

"تم اچھے ہُوئے اور تمہارا چلنا مُبارک ہو اور تم نے جنّت میں ٹھکانہ بنالیا۔"

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے وہ رحمتِ الٰہی میں گھس جاتا ہے اور پھر جب اُس کے پاس بیٹھتا ہے تو اللہ کی رحمت اُس کو ڈھانپ لیتی ہے۔"

(کشف الاستار ج: ۱ ص۳۶۸ باب عیادۃ المریض)

علّامہ ہثیمی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو احمد اور بزاز نے روایت کیا ہے اور احمد کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ ملاحظہ ہو مجمع الزوائد

گاؤں میں میرا ایک دینی بھائی رہتا ہے میں اس کے پاس جا رہا ہوں۔ اُس نے پُوچھا کہ کیا اس شخص پر تم نے کوئی احسان کیا تھا جس کی دیکھ بھال کے لیے جا رہے ہو؟ اس شخص نے جواب دیا: جی نہیں۔ بس اتنی سی بات ہے کہ مَیں اس سے صرف اللہ کے لیے محبّت کرتا ہوں۔ یہ جواب سُن کر اس فرشتے نے کہا: مجھے اللہ نے تمہارے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ جیسے اللہ کے لیے تم نے اس سے محبت کی ہے اسی طرح اللہ تم سے محبّت کرتا ہے۔" (مُسلم ج: ۴، ص: ۱۹۸۸، باب فضل الحب فی اللہ)

اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ جس شخص نے ایک مُسلمان سے صرف اللہ کے لیے محبّت کی اور اسی محبّت کی خاطر اس کی ملاقات کے لیے گیا تو اللہ تعالیٰ بھی پھر اس شخص سے محبّت کرتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی شخص سے محبّت کرتے ہیں تو اس کو پھر جنّت میں داخل فرما دیتے ہیں گویا اللہ کی محبّت کی وجہ سے جنّت میں داخلہ ضروری ہے۔ قرآنِ حکیم میں ہے کہ یہود نے کہا تھا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اسکے محبوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس دعوٰی کی عجیب لفظوں میں تردید فرمائی اور فرمایا:

قل فلم یعذبکم بذنوبکم (المائدہ :۱۸)

آپ کہہ دیں کہ پھر اللہ تمہیں تمہارے گناہوں کی وجہ سے عذاب کیوں دے گا؟

عُلماء نے اس سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ اللہ جس سے محبّت کرے پھر اسے عذاب نہیں دیتا بلکہ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ یہود کو عذاب اسی وجہ سے دیا جائے گا کہ اللہ کو اُن سے کوئی محبّت نہیں۔

اسی سلسلہ میں سیّدنا انس بن مالک رضؓ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنے کسی دینی بھائی جس سے وہ اللہ کے لیے محبّت کرتا ہے کی زیارت کرے مگر یہ کہ آسمان سے ایک فرشتہ اس کو ندا دیتا ہے کہ تم طیّب ہُوئے اور جنّت تمہارے لیے عمدہ ہوگئی اور اللہ تعالیٰ حاملین عرش سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے اس شخص کی صرف میری محبّت کی خاطر زیارت کی ہے ــــ اس کی میزبانی میرے ذمّہ ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنّت سے کم کسی ثواب کو کم نہیں فرماتے۔ (مسند ابی یعلی، مسند بزار)

ترمذی اور مسند احمد میں بھی اس مضمون کی روایات موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو ترمذی جلد: ۴ ص ۳۶۵ باب ماجاء فی زیارۃ الاخوان، مسند احمد جلد: ۲ ص ۳۴۴، ص ۴۲۶

سیّدنا ثوبان رضؓ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ

جب مُسلمان شخص اپنے مُسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ جب تک اس کی عیادت سے واپس نہیں آتا جنّت کے خرفہ میں رہتا ہے۔ آپؐ سے پُوچھا گیا: یارسول اللہ! جنّت کے خرفہ سے کیا مُراد ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس کے میوے اور پھل۔ (مسلم جلد: ۴، صـ۱۹۸۹)

اسی سلسلہ میں سیّدنا علی رضؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے سرکار دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ

کوئی مُسلمان ایسا نہیں جو صُبح کے وقت کسی مُسلمان بھائی کی عیادت کرے مگر یہ کہ شام تک اللہ تعالیٰ کے ستّر ہزار فرشتے اس کے لیے دُعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اگر وہ شام کے وقت عیادت کرے تو ستّر ہزار فرشتے صُبح تک اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اس کو جنّت کے پھل حاصل ہوجاتے ہیں۔ (رواہ الترمذی وقال حسن غریب، سنن ابی داؤد جلد:۲ صـ۱۶۵)

سیّدنا انس رضؓ فرماتے ہیں کہ اُنھوں نے سرکار دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے سُنا:

"جس شخص نے وضو کیا اور اچھی طرح سے وضو کیا اور اپنے مُسلمان بھائی کی اجر و ثواب کی نیت سے عیادت کی تو اس کو جہنّم سے ستّر سال کے فاصلے کے مطابق دُور کردیا جائے گا۔" (سنن ابی داؤد جلد:۲، صـ۱۶۵)

جو لوگ کسی مریض کی عیادت کے لیے جائیں، مریض یا اس کے گھر والوں کے لیے مستحب ہے کہ وہ عیادت کے لیے آنے والوں کے سامنے ماکولات یا مشروبات کی قسم میں سے کوئی شے پیش کرے، چنانچہ اس سلسلہ میں سیّدنا انس بن مالک رضؓ سے مروی ہے کہ

کچھ لوگ ان کی عیادت کے لیے آئے تو اُنھوں نے ایک خادمہ لڑکی سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ کے لیے کچھ لے آؤ چاہے وہ ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ مَیں نے سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے خود سُنا ہے: آپؐ نے فرمایا: مکارم اخلاق جنّت کے اعمال میں سے ہیں۔"

(الطبری: معجم اوسط عن حمید الطویل)

۵۔ ایک خصلت جنّت میں لے جانے والی بھولے بھالے آدمی کی مدد اور اعانت کرنا ہے۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ ایسا شخص جو اپنی عقل کی کمی کی وجہ سے اپنے تصرفات اور امور احسن طریق سے ادا نہ کر سکتا ہو۔ ایسے سیدھے سادھے شخص کی اعانت اور مدد کے مختلف طریقے ہیں مثلاً کسی کے بوجھ اُٹھانے میں اس کی مدد کرنا، یا اگر کسی کام کو وہ صحیح طریقے سے نہیں کر پاکہ۔ اس میں اس کی مدد کرنا اس مدد کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آدمی اپنے مُسلمان بھائی کے لیے وہی کچھ پسند کرتا ہے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا کرتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں بھی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہ کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رض فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے کہ اس کا بعض حصّہ دوسرے بعض کی مضبوطی کا باعث ہوتا ہے۔ لہٰذا اس عمارت کی ایک اینٹ بھی اس وقت تک نہیں گر سکتی جب تک کہ وہ دوسری اینٹ کے ساتھ پھنسی ہوئی ہو۔ اس طرح کمزور و ضعیف مُسلمان ضعیف شمار نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ وہ اپنے مُسلمان بھائی کی وجہ سے طاقتور ہے اور اُسے ہر وقت اپنے مددگار اور مساعد ملیں گے۔"

(مُسلم۔ ج: ۴، ص: ۱۹۹۹)

سیّدنا ابوذر غفاری رض فرماتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ایک روز پُوچھا:

"یا رسول اللہ! کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کے راستہ میں جہاد کرنا۔ مَیں نے پھر پُوچھا کہ کون سے غلام کو آزاد کرنا زیادہ افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جو زیادہ قیمتی اور اپنے مالکوں کے ہاں زیادہ نفیس شمار ہوتا ہو۔ عرض کیا کہ اگر میں یہ نہ کر سکوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تم کسی کام کرنے والے کی اعانت کر دو یا کسی کمزور آدمی کا کام کر دو۔ مَیں نے عرض کیا، اگر مَیں یہ بھی نہ کر سکوں؟ تو فرمایا: کہ تم لوگوں کے ساتھ بُرائی نہ کرو۔ یہ بھی صدقہ ہے جس کے ذریعہ تم اپنے اُوپر صدقہ کرتے ہو۔ (اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان ج: ۱، ص: ۱۶)

سیّدنا ابوذر غفاری رض ہی سے مُسلم میں ایک روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے

ارشاد فرمایا:

"تم میں سے ہر شخص کی ہڈیوں کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ ہر سبحان اللہ پر صدقہ کا اجر ملتا ہے اور ہر الحمد للہ پر صدقہ کا اجر ملتا ہے اور ہر لا الٰہ الا اللہ پر صدقہ کا اجر ملتا ہے۔ اور ہر اللہ اکبر پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور اچھی باتوں کا حکم دینا بھی صدقہ ہے اور بُری باتوں سے روکنا بھی صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے چاشت کی دو رکعتیں کافی ہو جاتی ہیں۔

(مُسلم ج: ۱، ص: ۴۹۹)

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عَظیم مرکز

نفیس بُک بائنڈرز

NBB

ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جِلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے

نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قِسم کی بکس والی جِلد بھی خوبصُورت انداز میں بنائی جاتی ہے

مُناسب نرخ پر معیاری جِلد سازی کے لئے رجُوع فرمائیں

۱۶۔ ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور

فون 7322408

حاصلِ مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

علّامہ ذہبی رحمہ اللہ آٹھویں صدی ہجری کے بہت بڑے محدّث، محقق، ناقد اور مؤرخِ اسلام شافعی المسلک بزرگ ہیں آپ نے بہت سی کتابیں تحریر فرمائی ہیں جن میں سے ایک کتاب کبیرہ گناہوں سے متعلّق ہے۔ اس کتاب کا نام "کتابُ الکبائر" ہے۔ اس کتاب میں آپ نے ستّر کبیرہ گناہوں کی تفصیل دی ہے اور اِن گناہوں سے متعلّق آیاتِ کریمہ اور احادیثِ مُبارکہ میں جو وعیدیں آئی ہیں وہ ذکر فرمائی ہیں۔ ضمناً آپ بہت سی مفید باتیں نیز حکایات اور واقعات بھی لائے ہیں جو نہایت سبق آموز اور عبرت انگیز ہیں جی چاہا ___ کہ اپنے قارئین کو بھی اُن واقعات سے روشناس کرایا جائے شاید کسی کے لیے عبرت و موعظت کا سامان بن جائے اور وہ راہِ راست پر آجائے۔

جان بوجھ کر نماز چھوڑنے کا گناہ

علّامہ ذہبی رحؒ نے نماز چھوڑنے سے متعلّق نہایت شدید وعیدیں ذکر کرنے کے بعد درج ذیل واقعات ذکر فرمائے ہیں۔

(۱) "مروی ہے کہ ایک بنی اسرائیلی عورت حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھ سے ایک بہت ہی بڑا گناہ ہوگیا تھا جس سے مَیں نے اللہ کے حضور میں توبہ کرلی ہے آپ اللہ سے دُعا کیجیے کہ وہ میرا گناہ معاف کردے اور میری توبہ کو قبول فرمالے، حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اس سے پُوچھا کہ تُونے کیا گناہ کیا تھا؟ وہ بولی کہ اے اللہ کے نبی مَیں نے

زنا کیا تھا جس کے سبب میرے یہاں بچہ ہوا تھا، مَیں نے (اپنے گناہ کو چھپانے کی خاطر) اس بچے کو قتل کر دیا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے یہ سُن کر فرمایا: اے بدکار عورت تو فوراً یہاں سے نکل جا کہیں ایسا نہ ہو کہ آسمان سے آگ اُترے اور تیری نحوست کے سبب ہم سب کو جلا دے وہ عورت ٹوٹے دل کے ساتھ وہاں سے نکل کھڑی ہوئی۔ فوراً ہی حضرت جبریل علیہ السّلام تشریف لے آئے اور فرمایا:۔۔۔ موسیٰ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے موسیٰ ایک توبہ کرنے والی کو تم نے کیوں واپس کر دیا، کیا تم نے اس سے بھی بدتر گناہ کرنے والا کوئی نہیں پایا؟ حضرت موسیٰ نے حضرت جبریل سے پُوچھا کہ اس سے بھی زیادہ بدتر گناہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ حضرت جبریل نے فرمایا: جان بوجھ کر نماز کو چھوڑنے والا" [1]

(۲) "ایک بزرگ سے مروی ہے کہ وہ اپنی بہن کی تدفین میں شریک ہوئے اتّفاق سے اُن کی ایک تھیلی جس میں مال تھا قبر میں گر گئی اور کسی کو بھی اُس کے گرنے کا پتہ نہ چلا، یہ بزرگ تدفین سے فارغ ہو کر گھر چلے آئے، یہاں آ کر یاد آیا کہ تھیلی تو قبر میں رہ گئی۔ واپس قبر پر گئے اور لوگوں کے جانے کے بعد قبر کو کھودا، کیا دیکھتے ہیں کہ قبر آگ کے شعلوں سے بھری ہوئی ہے۔ اُنھوں نے قبر پر مٹی ڈالی اور روتے ہوئے ماں کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ اماں جان مجھے بتلائیے میری بہن کیا عمل کرتی تھی؟ ماں نے پُوچھا کیا ہُوا کیوں پُوچھ رہے ہو؟ بولے امّاں جی مَیں نے اس کی قبر کو آگ کے شعلوں سے بھرا ہُوا دیکھا ہے، یہ سُن کر ماں بھی رونے لگی اور بولی بیٹا تیری بہن نماز میں سستی کرتی تھی اور وقت ٹلا کر نماز پڑھتی تھی"۔ یہ حکایت ذکر فرما کر علّامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: یہ حال تو اس کا ہے جو نماز کو وقت ٹلا کر پڑھتی تھی اُن مرد و زن کا کیا حال ہوگا جو سرے

---

[1] کتاب الکبائر ص۲۶

سے نماز ہی نہیں پڑھتے ؟" [1]

عذر کی وجہ سے جماعت میں شریک نہ ہونے سے ثواب میں کمی

علامہ ذہبی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کے استاذ حضرت عبید اللہ بن عمر قواریری رحمہ اللہ (م: ۲۳۵ھ) فرماتے ہیں کہ

"میری عشاء کی نماز کبھی بھی جماعت سے نہیں رہی تھی (ہمیشہ میں نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تھی) اتفاقاً ایسا ہوا کہ ایک رات میرے یہاں ایک مہمان تشریف لے آئے جن میں مشغولیت کے سبب میری عشاء کی جماعت نکل گئی۔ میں بصرہ کی مسجدوں کو دیکھنے نکلا کہ شاید کہیں جماعت مل جائے لیکن میں نے دیکھا کہ سب لوگ نماز پڑھ کر فارغ ہو چکے ہیں اور مسجدیں بند کر دی گئی ہیں میں گھر واپس آیا اور جی میں کہنے لگا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب تنہا پڑھنے کی بہ نسبت ستائیس درجے زیادہ ملتا ہے (چلو میں ستائیس مرتبہ پڑھ لیتا ہوں) چنانچہ میں نے ستائیس مرتبہ عشاء کی نماز پڑھی اور سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں گھڑ سواروں کے ساتھ ہوں اور خود میں بھی گھوڑے پر سوار ہوں، ہم گھڑ دوڑ میں مصروف ہیں (میرا گھوڑا اُن سے پیچھے ہے) میں گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوں کہ اُن سے مل جاؤں، لیکن میں ان سے مل نہیں پاتا، اُن میں سے ایک شخص یہ حالت دیکھ کر کہتا ہے کہ اپنے گھوڑے کو مشقت میں مت ڈال تو ہم سے نہیں مل سکتا۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیوں نہیں مل سکتا؟ وہ کہتا ہے کہ ہم نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تھی اور تُو نے تنہا پڑھی تھی، میں یہ خواب دیکھ کر بیدار ہوا تو مجھے بڑا ہی افسوس اور رنج ہوا۔" [2]

---

[1] کتاب الکبائر صـ ۲۶

[2] کتاب الکبائر صـ ۳۴

اسی قسم کا ایک واقعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے امام ابویوسف و امام محمدؒ کے شاگرد محمد بن سماعہ رحمہ اللہ (م : ۲۳۳ھ) کا تحریر فرمایا ہے وہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں، حضرت لکھتے ہیں ۔

"محمدّ بن سماعہؒ ایک بزرگ عالم ہیں جو امام ابویوسفؒ ، امام محمدؒ کے شاگرد ہیں، ایک سو تین برس کی عمر میں انتقال ہُوا، اُس وقت دو سو (۲۰۰) رکعات نفل روزانہ پڑھتے تھے، کہتے ہیں کہ مسلسل چالیس برس تک میری ایک مرتبہ کے علاوہ تکبیر اُولیٰ فوت نہیں ہُوئی صرف ایک مرتبہ جس دن میری والدہ کا انتقال ہُوا ہے۔ اس کی مشغولی کی وجہ سے تکبیر اُولیٰ فوت ہوگئی تھی، یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری جماعت کی نماز فوت ہوگئی تھی تو مَیں نے اس وجہ سے کہ جماعت کی نماز کا ثواب پچیس درجے زیادہ ہے اُس نماز کو پچیس دفعہ پڑھا تاکہ وہ عدد پُورا ہوجائے تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ : محمدّ پچیس دفعہ نماز تو پڑھ لی مگر ملائکہ کی آمین کا کیا ہوگا ؟ ملائکہ کی آمین کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں یہ ارشاد نبویؐ آیا ہے کہ جب امام سورۃ فاتحہ کے بعد آمین کہتا ہے تو ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں جس شخص کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ہوجاتی ہے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں تو خواب میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا عبدالحئیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ اس قصّہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ جماعت کا ثواب مجموعی طور سے جو حاصل ہوتا ہے وہ اکیلے میں حاصل ہو ہی نہیں سکتا چاہے ایک ہزار مرتبہ اس نماز کو پڑھ لے۔" [1]

تین چیزیں جو تین چیزوں کے بغیر قبول نہیں

"قال ابن عبّاس رضی اللّٰہ عنہما : تین آیتیں ایسی ہیں جن میں تین چیزیں دوسری

[1] فضائل نماز ص۵۱ مشمولہ فضائل اعمال طبع مکتبہ مدنیہ لاہور

ثلاث آیات نزلت مقرونة بثلاث لا تقبل منها واحدة بغیر قرینتها احداها قوله تعالٰی اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فمن اطاع الله ولم یطع الرسول لم یقبل منه: الثانیة قوله تعالٰی "وَاَقِیْمُوا الصلٰوۃَ وَآتُوا الزَّکٰوۃ" فمن صلی ولم یزك لم یقبل منه: الثالثة قوله تعالٰی اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْكَ فمن شکر الله ولم یشکر لوالدیه لم یقبل منه" [1]

تین چیزوں کے ساتھ مل کر اُتری ہیں یہ چیزیں ایسی ہیں کہ اُن میں سے کوئی سی چیز بھی دوسری چیز کے بغیر قبول نہیں ہوتی، پہلی آیت یہ ہے اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اللہ کے رسول کی اب اگر کسی نے اللہ کی اطاعت تو کی لیکن اللہ کے رسول کی اطاعت نہ کی تو اللہ کی اطاعت قبول نہیں ہوگی۔ دوسری آیت یہ ہے وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَآتُوا الزَّکٰوۃَ، نماز قائم کرو اور زکٰوۃ ادا کرو۔ اب اگر کسی نے نماز تو قائم کی لیکن زکٰوۃ ادا نہ کی تو اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ تیسری آیت یہ ہے۔ اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْكَ، شکر ادا کر میرا اور اپنے والدین کا۔ اب اگر کوئی شخص اللہ کا شکر تو ادا کرتا ہے لیکن اپنے والدین کا شکر ادا نہیں کرتا تو اللہ کا شکر قبول نہیں ہوگا۔

"انوارِ مدینہ" میں

اشتہار

دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

[1] کتاب الکبائر ص ۴۳

اسلام میں دُنیا کی بھی سلامتی اور آخرت کی بھی
مُنہ بولتا ثبوت

"مریکی (جی این این) جدید تحقیقات کے مطابق دُنیا بھر میں مُسلمان سب سے کم خطرناک بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں خطرناک بیماریوں کا سب سے زیادہ شکار یہودی، دوسرے نمبر پہ عیسائی تیسرے نمبر پر سکھ اور ہندو، چوتھے نمبر پر مختلف قومیں جبکہ مُسلمان صرف ۵ فیصد سے بھی کم ہوتے ہیں۔"جی این این" کے سروے کے مطابق اگر دُنیا میں کل سو کینسر کے مریض ہوں تو مذہبی لحاظ سے ۴۰ فیصد یہودی، ۳۰ فیصد عیسائی، ۱۵ فیصد ہندو سکھ ۱۰ فیصد مختلف قوموں کے افراد جبکہ مُسلمان صرف ۵ فیصد اس موذی مرض کا شکار ہوں گے۔ تحقیقات کے مطابق مُسلمان اس موذی مرض سے روزانہ "مسواک" کرنے کے عمل سے بچتا ہے۔ مُنہ کے اندر ایسے اجزا اور جراثیم جو ٹوتھ پیسٹ اور ٹوتھ برش سے بچ نکلتے ہیں۔ مسواک کے باریک ریشوں کی مدد سے دفع ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے مُسلمان مُنہ اور معدے کے کینسر سے بچے رہتے ہیں۔ مُسلمانوں کی صحّت کا دوسرا راز تہجّد کی نماز میں ہے۔ تحقیقات کے مطابق تہجد کی نماز چار گھنٹے کی ورزش کا نعم البدل ثابت ہوتی ہے کیونکہ یہ مذہبی فریضہ سورج نکلنے سے تین یا چار گھنٹے قبل ادا کیا جاتا ہے۔ اس وقت فضا میں وافر آکسیجن ہوتی ہے۔ یہ مذہبی فریضہ ۵ منٹ میں مکمّل ہوتا ہے۔ تحقیقات کے مطابق اگر دُنیا میں آنکھوں اور دماغ کے سو مریض ہوں تو ۲۰ فیصد یہودی ۳۵ فیصد عیسائی ۲۵ فیصد ہندو اور سکھ ۱۰ فیصد مختلف دوسری قومیں اور صرف ۳ فیصد مُسلمان ہونگے۔ کیونکہ مُسلمان جب پنجگانہ نماز جو کہ ایک مذہبی فریضہ ہے دوران نماز جب سجدہ کرتے ہیں تو اس عمل سے پاؤں میں موجود خُون پاؤں میں رہتا ہے اور سر اور آنکھوں میں موجود خُون سر اور آنکھوں میں ہی رہتا ہے جس سے انکی جسمانی اور روحانی ورزش مکمل ہو جاتی ہے جس سے دماغ اور آنکھوں کی بیماریوں سے مُسلمان بچے رہتے ہیں نماز سے قبل وضو جس سے مُسلمان ہاتھ مُنہ اور پاؤں اچھی طرح دن میں پانچ وقت دھوتے ہیں جس سے ہر قسم کے جراثیم خارج ہو جاتے ہیں۔ تحقیقات کے مطابق حیران کُن بات سامنے آئی ہے کہ مُسلمانوں میں دوسری قوموں کی نسبت مُنہ کی بیماریاں بہت کم ہیں کیونکہ مُسلمان کا دین اسلام "جمائی" لیتے وقت مُنہ پہ ہاتھ رکھنا دکھاتا ہے جبکہ دُنیا کے دوسرے مذاہب اسکی تعلیم نہیں دیتے اگر مُنہ پر ہاتھ نہ رکھا جائے تو ہوا میں موجود "وائرس اور بیکٹیریا" مُنہ میں داخل ہو کر دانتوں، مسوڑھوں کو نقصان پہنچاتے ہیں جس سے پہلے دانتوں میں کیڑا لگتا ہے۔ بعد میں دانت بہت جلد گر جاتے ہیں چاہے کتنی باقاعدگی سے ٹوتھ پیسٹ کیا جائے اس چھوٹے سے عمل سے مُسلمانوں میں یہ بیماری بہت کم پائی جاتی ہے"۔

(بشکریہ نوائے وقت ۲ / دسمبر ۱۹۹۹ء)

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : مائۃ دروس (یعنی ایک سو اہم سبق)

تصنیف : حکیم الاُمت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحؒ

صفحات : ۲۰۸

سائز : ۱۶/۳۶×۲۳

ناشر : ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

قیمت : درج نہیں

زیر تبصرہ کتاب حکیم الاُمت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی نہایت اہم تالیفات میں سے ہے اس میں آپ نے سو اسباق کے اندر عقائد و اعمال اخلاق و آداب، علومِ اسلامیہ، تاریخ و تذکرہ اور دلچسپ حکایات و واقعات کو نہایت خوب صورتی اور اختصار کے ساتھ جمع فرمایا ہے اس کتاب سے ایک عام قاری بہت ہی کم وقت میں دینِ اسلام کی حقیقت و ماہیت کو بخوبی سمجھ سکتا اور اس پر عمل پیرا ہو سکتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب "دریا بہ حُباب اندر" کا صحیح مصداق ہے، عرصہ سے یہ کتاب نایاب تھی حال ہی میں ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کی طرف سے شائع کی گئی ہے۔ شائقین ضرور اس کا مطالعہ فرمائیں۔

○

نام کتاب : رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

افادات : حکیم الاُمت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحؒ

صفحات : ۴۰۰

سائز : ۱۶/۳۶×۲۳

ناشر : ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

قیمت : درج نہیں

پیشِ نظر کتاب "رحمتِ دوعالم" میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے درج ذیل چھ مواعظ کو اکٹھا کیا گیا ہے (۱) الرحمۃ علی الامۃ (۲) شکر النعمۃ (۳) الحبور لِنُورِ الصدور (۴) السلام التحقیقی (۵) فضائل العلم والخشیۃ (۶) ملّتِ ابراھیم۔ ظاہری و باطنی اصلاح کے لیے اِن مواعظ کا پڑھنا نہایت مفید ہے۔

○

نام کتاب : اسلام کا مکمّل نظامِ طلاق

تصنیف : مولانا مفتی عبدالجلیل قاسمی

صفحات : ۲۲۴

سائز : ۱۶/۳۶×۲۳

ناشر : طیب اکیڈمی ملتان

قیمت :

طلاق کا مسئلہ ایک اہم اور پیچیدہ مسئلہ ہے آج کل کے [illegible] کی اہمیّت مزید بڑھتی جارہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر شادی شدہ مسلمان اس مسئلے سے کماحقہ واقف و آگاہ ہو تاکہ لاعلمی میں ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس کا نتیجہ شرمندگی ہو۔

زیرِ نظر کتاب راقم الحروف کی نگاہ میں "طلاق" کے مسئلہ میں انتہائی جامع کتاب ہے مصنف نے اس میں طلاق کے تمام پہلوؤں کو اچھی طرح اجاگر کر دیا ہے۔ زبان و بیان آسان ہے جسے معمولی سمجھ کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔

○

نام کتاب : قرآن و حدیث سے عداوت کیوں؟

تصنیف : ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب

صفحات : ۸۰

ناشر : مدرسہ ناصر العلوم رشید ٹاؤن مانگا منڈی

قیمت : دعائے خیر بحق معاونین مدرسہ

آج کل کے فتنوں میں سے ایک اہم فتنہ انکار حدیث کا بھی ہے، منکرین حدیث جدید انداز سے سادہ لوح عوام کے قلوب واذہان کو خراب کر رہے ہیں، عوام کے ایمان کو بچانے کے لیے اس فتنہ کا تعاقب ضروری ہے۔ زیرِ نظر رسالہ "قرآن و حدیث سے عداوت کیوں" اسی سلسلہ کی ایک کاوش ہے اس رسالہ میں حضرت مفتی عبد الواحد صاحب نے جدید منکر حدیث ڈاکٹر قمر زمان کے گمراہ کُن نظریات کا علمی محاسبہ کیا ہے، اس رسالہ کو دو حصّوں میں منقسم کر کے مفتی صاحب نے پہلے حصّہ میں ڈاکٹر قمر زمان کی حدیث سے عداوت اور دوسرے حصّہ میں قرآن سے بغاوت کو بیان کیا ہے۔ انداز بیان علمی ہے عُلماء و طلباء اس سے کما حقہ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

○

نام کتاب : قہر خداوندی بر گستاخان اصحاب نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم

تصنیف : قاضی محمد اسرائیل صاحب

صفحات :

ناشر : جامع مسجد صدّیق اکبرؓ محلّہ صدّیق آباد مانسہرہ

قیمت : ۷۲/-

زیرِ نظر کتاب میں مولانا محمد اسرائیل صاحب نے اصحابِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والوں کے خطرناک انجام سے متعلّق مختلف کتابوں سے بہت سے واقعات جمع فرمائے ہیں۔ یہ واقعات نہایت ہی سبق آموز اور عبرت انگیز ہیں۔

یہ کتاب چونکہ نصیحت و عبرت کے لیے لکھی گئی ہے اس لیے اسکا نام اور انداز بھی ایسا ہونا چاہیے تھا جس سے مخاطب وحشت کھانے کے بجائے اچھا اثر لیتا، موجودہ صورت میں اسے اپنے تو پڑھ لیں گے لیکن جن کو عبرت دلانا مقصود ہے شاید وہ اسے دیکھیں بھی نہیں۔ دعوت کے کام میں ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة کو پیشِ نظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔

(ن - ا)